إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى

ہدایہ اور صاحب ہدایہ



جس میں صاحب ہدایہ
کی سیرت و سوانح، علمی
مقام، تصانیف و خدمات،
ہدایہ کی خصوصیت و اہمیت،
فقہی مقام و جامعیت،
اسلوب بیان، فضل و امتیاز
اصطلاحات، مسامحات،
رموز و اشارات، شروح
و حواشی اور دیگر موضوعات پر
سیر حاصل مباحث



تالیف

مولانا **عبد القیوم حقانی**

ناشر
القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس • خالق آباد • ضلع نوشہرہ
فون: 630611 (0923) فیکس: 630237

ھدایہ اور صاحب ھدایہ

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

جس میں صاحب ھدایہ کی سیرت وسوانح، علمی مقام، تصانیف وخدمات، ہدایہ کی خصوصیت واہمیت، فقہی مقام وجامعیت، اسلوب بیان، فضل وامتیاز، اصطلاحات، مسامحات، رموز واشارات، شروح وحواشی اور دیگر موضوعات پر سیر حاصل مباحث

ناشر

القاسم اکیڈمی

جامعہ ابوھریرہؓ خالق آباد نوشہرہ (سرحد) پاکستان

نام کتاب	----------	ہدایہ اور صاحب ہدایہ
تالیف	----------	مولانا عبدالقیوم حقانی
ضخامت	----------	74 صفحات
تعداد	----------	1100
تاریخ طباعت بارِ دوم	----------	ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ / جون ۲۰۰۳ء
ناشر	----------	القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ

ملنے کے پتے

☆ کتب خانہ رشیدیہ ' مدینہ کلاتھ مارکیٹ ' راجہ بازار ' راولپنڈی

☆ مکتبہ سید احمد شہید ' ۱۰ الکریم مارکیٹ ' اردو بازار ' لاہور

☆ زم زم پبلشرز ' نزد مقدس مسجد ' اردو بازار ' کراچی

☆ مکتبہ بخاری، صابری مسجد گلستان کالونی مرزا آدم خان روڈ، لیاری کراچی

☆ مکتبۃ الایمان ، غزنی اسٹریٹ یوسف مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

☆ صدیقیہ کتب خانہ ' جی ٹی روڈ نزد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' نوشہرہ

☆ مکتبہ رحیمیہ' جی ٹی روڈ نزد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ' نوشہرہ

☆ مکتبہ علمیہ' جی ٹی روڈ نزد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ' نوشہرہ

اس کے علاوہ پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

عرض مرتب	۵
صاحبِ ہدایہ	۷
اسم گرامی اور نسب نامہ	۷
ولادت	۸
مولد و مسکن	۹
تعلیم و تربیت	۱۰
مختلف ممالک اور تعلیمی مراکز کے اسفار اور اساتذہ کرام	۱۱
فرغانہ	۱۲
سمرقند	۱۳
نیشاپور	۱۴
مرو	۱۴
بلخ	۱۵
بخارا	۱۵
مرغینان	۱۶
اوش	۱۷
حرمین وہمدان	۱۷
بغداد	۱۸
حافظہ	۱۸
مشائخ کی شفقتیں	۱۸

زمانہ طالب علمی کا سر سری جائزہ	۱۹
اسناد عالی	۲۰
اقران واماثل کا اعتراف	۲۰
رتبہ ومقام	۲۲
اعلیٰ ادبی ذوق اور بلند پایہ شاعری	۲۲
ذوق مطالعہ 'شوق تحریر اور اہتمام تقویٰ	۲۴
اتباع سنت کا اہتمام	۲۴
بصیرت اور فراست ایمانی	۲۶
فقہ کی طرف توجہ کا اصل سبب	۲۷
بعض معاصرین ارباب فضل وکمال	۲۹
علامہ ابن رشدؒ اور صاحب ہدایہ	۲۹
فقہی مقام اور فقہاء کے طبقات	۳۰
پہلا طبقہ	۳۱
دوسرا طبقہ	۳۱
تیسرا طبقہ	۳۲
چوتھا طبقہ	۳۲
پانچواں طبقہ	۳۲
چھٹا طبقہ	۳۳
ساتواں طبقہ	۳۳
مولانا عبدالحی کا ابن کمال پاشا سے اختلاف رائے	۳۵
صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں	۳۶
علامہ طاش کبریٰ زادہ کی شہادت	۳۷

تلامذہ و مستفیدین	۳۷
اولاد و احفاد	۳۸
انتقال اور تدفین	۳۹
تصانیف	۴۰
ہدایہ، خصوصیت واہمیت، فقہی مقام و جامعیت	۴۳
ایک امتیازی خصوصیت	۴۴
علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ارشاد	۴۵
فضل و تقدم	۴۶
طرز تحریر	۴۶
طرز تالیف	۴۷
اسلوب بیان	۴۷
طرز استدلال میں انفرادیت	۴۸
جامعیت	۴۸
دو شعر	۴۸
ہدایہ کے اصطلاحات	۵۰
حفاظ ہدایہ	۵۵
احادیث ہدایہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ	۵۶
درس ہدایہ میں صحیحین سے استدلال	۵۹
مسامحات صاحبِ ہدایہ (اولین)	۶۱
مسامحات صاحبِ ہدایہ (اخیرین)	۶۷
ہدایہ کے شروح اور حواشی	۶۹

عرض مرتب

الحمدلولیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ

درس نظامی کے تعلیمی نصاب میں تعلیم کے شعبہ فقہ میں "ہدایہ" کو ریڑھ کی ھڈی جیسی حیثیت حاصل ہے۔ اپنے اساتذہ سے سنا ہوا مقولہ اب بھی یاد ہے کہ محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے تیس سال تک ہدایہ نہ پڑھایا ہو اس کا فتویٰ مستحکم نہیں ہو سکتا ' اور یہ بھی ان ہی کا ارشاد ہے کہ ہر کتاب کی طرز پر کتاب لکھ سکتا ہوں بجز ہدایہ کے کہ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

جب کبھی ہدایہ کا مطالعہ کیا جائے اور پھر جب تدریسی ذمہ داری سر پر ہو اور پڑھایا جائے تو صاحبِ ہدایہ کی ذکاوت و ذہانت اور ان کی فطانت و رزانت کا بھی یقین بنتا اور بڑھتا ہے۔ ہدایہ کے بارے میں اکابر علماء اور اساتذہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی عالم دین غور و فکر سے اس کا مطالعہ کرے 'افادہ و استفادہ کا حلقہ بنائے تو خود اس کا مزاج تفقہ میں ڈھل جائے گا۔ ہر دور کے مدرسین' مفتیین 'علماء اور فقہاء اس کتاب سے بھرپور استفادہ کرتے رہے۔ جب تک دینی مدارس قائم ہیں ' نصاب تعلیم درس نظامی قائم ہے 'ہدایہ متداول رہے گا اور اس کا حلقہ مستفیدین بڑھتا رہے گا۔

مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے زمانہ تدریس میں کوئی آٹھ دس سال تک ہدایہ زیر درس رہا۔ تدریسی ضرورت کے پیش نظر ہدایہ اور صاحبِ ہدایہ سے

متعلق بہت سی معلومات سامنے آتی رہیں اور اپنی عادت کے مطابق محفوظ ہوتی رہیں درسی افادات میں طلبہ بھی محظوظ ہوتے اور مجھ گنہ گار کو بھی برابر فائدہ پہنچتا رہا۔ آٹھ دس سال قبل یہ مرتب بھی ہو چکا تھا اور کاتب سے اس کی کتابت بھی مکمل کرالی تھی مگر چھپنے کی نوبت نہ آسکی۔ چند روز قبل جامعہ ابی ہریرہ کی لائبریری میں اپنے مسودات کی ترتیب و حفاظت کے پیش نظر جب کام شروع کیا تو اس رسالہ کی کتابت شدہ کاپیاں سامنے آگئیں۔ پھر مناسب یہی سمجھا کہ کمپیوٹر کے ذریعہ اس کی عمدہ کتابت کرالی جائے۔ عزیزالقدر حافظ حبیب الرحمٰن سلمہ نے یہ ذمہ داری اپنے سر لی کتابت کی بھی اور طباعت کی بھی۔ اللہ پاک انہیں اجر عظیم سے نوازے۔

بہر حال پیش نظر رسالہ انہی درسی ضرورت کے علمی افادات کا مجموعہ ہے جس میں ہدایہ کا بھی تعارف ہے اور صاحبِ ہدایہ کا بھی۔ اساتذہ اور طلبہ کے لئے کسی حد تک اس سے درسی ضرورت کی تکمیل بھی ہو جائے گی اور تاریخی وثیقہ بھی محفوظ ہو جائے گا۔

عبدالقیوم حقانی

خادم جامعہ ابی ہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ

محرم الحرام ۱۴۲۱ھ / بمطابق اپریل 2000

صاحب ہدایہ

ہدایہ ' اسلامی بالخصوص درس نظامی کی متداول ' معروف اور مستند کتاب ہے اور فقہ حنفیہ میں اس کو نہ صرف استناد و استنباط ' اخذ و استفادہ اور درس و تدریس کے اعتبار سے ایک بنیادی کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے بلکہ اپنی بعض منفرد خصوصیات اور مخصوص طرز نگارش کی بناء پر فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے اور اس کی انفرادیت اور امتیاز اس بات کا سبب بنا ہے کہ حنفی نقطہ نظر سے لکھی جانے والی ضخیم کتابوں میں "ہدایہ" سب سے زیادہ مقبول اور متداول رہی ہے جو برصغیر پاک و ہند کے اکثر دینی مدارس اور برصغیر کے معروف و متداول درس نظامی میں بطور نصاب کے شامل ہے۔

اسم گرامی اور نسب نامه :

اس کے مصنف شیخ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن خلیل بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی ہیں۔ (کشف الظنون ج ۲)

مصنف کا نام علی ' ابو الحسن کنیت اور شیخ الاسلام برہان الدین لقب ہے۔ (کشف الظنون)

خود مصنف اپنی کتاب "التجنیس والمزید" اور "البدایہ" کے آغاز میں اپنا نام اس طرح تحریر فرماتے ہیں "ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل" مولانا عبد الحی فرنگی محلی نے بھی ہدایہ کے مقدمہ میں آپ کا یہی نسب نامہ درج کیا ہے۔ (مقدمہ الہدایہ ج ۳' ص ۲)

مصنف کو اللہ تعالیٰ نے علمی اور دینی رتبے و مقام کے ساتھ خاندانی اور نسبی شرافت سے بھی نوازا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب امام الخلفاء سیدنا ابو بکر صدیق ؓ سے جاملتا ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ مرغینانیؒ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی نسل سے ہیں۔ (مقدمہ الہدایہ ج ۳، ص ۲)

ولادت :

علامہ مرغینانی کے سنِ ولادت کے بارے میں تذکرہ اور سوانح کی کتابوں میں دو قول منقول ہوتے چلے آئے ہیں۔

ا۔ زرکلی نے الاعلام (جلد ۲، ص ۲۶۰) میں آپ کا سنِ ولادت ۵۳۰ھ درج کیا ہے۔ اکتفاع القنوع ص ۱۳۳ میں بھی یہی لکھا ہے مگر یہ رائے درست نہیں۔

قیس بن اسحاق ابو المعالی، سمرقند میں مقیم ایک صاحبِ علم اور باحیثیت شخص ہیں اور وہیں ۵۲۷ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ علامہ مرغینانیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :

میرے اور علامہ مرغینانیؒ کے درمیان قرابت تھی۔ میں خود ان سے ملا ہوں۔ انہوں نے مجھے چند اشعار بھی سنائے۔ یہ عربی اشعار صاحبِ ہدایہ نے اپنی "معجم الشیوخ" میں بھی نقل کئے ہیں۔

(الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ج ۱، ص ۳۸۳)

ممکن ہے کہ صاحبِ ہدایہ کی ان سے یہ ملاقات ۵۲۷ھ سے کافی پہلے ہوئی ہو لیکن اگر یہ سمجھا جائے کہ قیس بن اسحاق سے ان کی یہ ملاقات ۲۷ھ میں ہوئی تھی تب بھی اس وضاحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مرغینانیؒ ۲۷ھ تک تو یقیناً تعلیم و تربیت کے اسی مرحلہ پر پہنچ گئے تھے کہ عربی اشعار سمجھ کر دوسروں کو بھی سنا سکتے تھے۔ ان کے ادبی ذوق اور قوتِ حافظہ کا یہ حال تھا کہ وہ ان اشعار کو اپنے

حافظہ میں محفوظ بھی رکھ سکتے تھے۔

۲۔ دوسرا سن ولادت علاؤالدین بنیرہ کے حوالہ سے مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے اپنے اجداد کا نقل کردہ سنِ ۵۱۱ھ تحریر کیا ہے۔

(مقدمہ الہدایہ ج ۳، ص ۲)

حدائق الحنفیہ ص ۲۶۹ میں فقیر محمد جہلمی تحریر کرتے ہیں کہ:

"آپ ۸ رجب ۵۱۱ھ کو بروز دوشنبہ (پیر) وسطی ایشیاء کے علاقہ "فرغانہ" میں بمقام "مرغینان" میں پیدا ہوئے۔"

لہٰذا زرکلی اور "اکتفاع القنوع" کا آپ کا سنِ ولادت ۵۳۰ قرار دینا ہرگز صحیح نہیں۔ بعض تذکرہ نگار مثلاً رضا الکحالہ صاحبِ معجم المولفین آپ کے سنِ ولادت کے بارے میں خاموش ہیں۔

مولد و مسکن:

شیخ قاسم بن قطلوبغاؒ نے (تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ ص ۳۱) میں اور مغل شہنشاہ بابر (جو فرغانہ کا بھی حکمران تھا) نے (تزک بابری ص ۳) علامہ مرغینانی کا اصل وطن "رشدان" قرار دیا ہے۔ رشدان صوبہ فرغانہ کے شہر مرغینان کا ایک دیہات ہے لیکن اپنی مردم خیزی، دینی حیثیت، تمدنی اہمیت اور علمی مرکزیت کی وجہ سے چوتھی صدی ہجری میں مرغینان سے زیادہ اہم اور عظیم تر تھا۔ یاقوت حموی اور مقدسی بشاری نے رشدان کے بجائے "رشتان" لکھا ہے۔

(معجم البلدان ج ۴، ص ۲۵۲)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قریب المخارج ہونے کی وجہ سے دونوں لفظ مستعمل رہے ہیں۔ شیخ الاسلام علامہ برہان الدین مرغینانیؒ کو دیہات، شہر اور صوبہ کی مناسبت سے الفرغانی المرغینانی الرشدانی کہا جاتا ہے۔

فرغانہ صوبہ ماوراء النہر کا ایک حصہ تھا جس میں بخارا، پکند، دبوسیہ، سمرقند،

فاراب، شاش (تاشقند) کاسان، ترمذ اور کاشغر وغیرہ کی ریاستیں شامل تھیں۔ یہ تمام علاقے علوم و فنون اور معارف دینیہ کے مرکز تھے جن کی خاک سے بے شمار علمی و دینی شخصیتیں اٹھیں۔ فرغانہ بھی ایک مرکز شمار کیا جاتا ہے اس کے شہر مرغینان کے بارے میں یاقوت حموی نے خاص طور پر یہ شہادت دی ہے کہ :

مرغینان ماوراء النہر میں فرغانہ کے اطراف کے معروف ترین شہروں میں ہے۔ فضلاء اور اہل علم کی ایک بڑی تعداد وہاں پیدا ہوئی۔

(معجم البلدان ج ۸، ص ۷ ۳)

وادی فرغانہ میں ایک روسی دریا آب یحون گزرتا ہے اور یہ شہر مرغینان اس کے جنوب میں واقع ہے۔ (دائرۃ المعارف ج ۱۵، ص ۷ ۷ ۲)

تعلیم و تربیت :

علامہ مرغینانی نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ والد بزرگوار کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا، ان کے حالات پردہ خفا میں ہیں تاہم اتنا معلوم ہے کہ فقہ اور اصولِ فقہ کی ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد امام بہاؤالدین علی بن محمد بن اسماعیل م (۵۳۵ھ) سے حاصل کی تھی۔

علامہ مرغینانی کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور پرداخت ان کے جد مادری (نانا) القاضی الامام عمر بن حبیب بن علی زندرامسی -(۱)- کے یہاں ہوئی جو مرغینان کے قاضی کے منصب پر فائز تھے۔ شمس الائمہ امام سرخسیؒ کے خاص تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ شاعر تھے، فقہ و علم کلام میں تبحر، فتویٰ اور قضا کے مسائل میں دقیق النظر، عالم اور امام وقت تھے۔ تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک استاذ قاضی احمد بن عبدالعزیز زوزنی کی کتاب "مسائل الاسرار" پر حاشیہ بھی تحریر فرمایا تھا۔ صاحبِ ہدایہ کے مربی اور اولین استاذ یہی تھے جن سے انہوں نے علم کلام (جو منطق و فلسفہ، عقائد اور فرق و ملل کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہوتا

تھا) عربی زبان وادب اور شعر و سخن کی تعلیم حاصل کی۔ ابھی وہ کمسن تھے کہ حسن آغاز اور غالباً تبرک کے طور پر نانا نے ایک حدیث شریف ان کے سامنے پڑھی۔ بارگاہِ ربوبیت سے قوت حافظہ کی دولت عطا ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ حدیث آخر عمر تک علامہ مرغینانی ؒ کو یاد رہی۔ فرماتے تھے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک روایتِ حدیث کے جواز کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ راوی حفظ حدیث کے زمانہ سے روایتِ حدیث کے زمانہ تک اس کو نہ بھولا ہو۔ چنانچہ اس شرط کے مطابق میرے لئے اس روایت کو بیان کرنا جائز ہے۔ (الجواہر المضیہ ج ا ' ص ۳۹۰)

اسی دوران صاحبِ ہدایہ نے شیخ منہاج الشریعہ محمد بن محمد بن الحسین سے استفادہ کیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اوائل عمر اور زمانہ کمسنی ہی میں شیخ سے پڑھا اور اس کے بعد بھی ۵۳۵ھ تک شیخ کے بحر علم سے مسلسل فیض حاصل کرتا رہا۔ (الفوائد البہیہ)

مختلف ممالك اور تعليمی مراكز کے اسفار اور اساتذه كرام :

علامہ مرغینانی نے امام الخطیب الزاہد محمد بن احمد الجاد سے بھی اپنے گاؤں رشدان میں درسِ حدیث لیا اور اجازت حاصل کی جو ان کے قیام رشدان میں قیام پذیر تھے۔ شیخ ابو بکر بن حاتم رشدانی' رشدان ہی کے باشندہ اور الحکیم الامام الزاہد کے لقب سے معروف تھے۔ صاحبِ ہدایہ نے ان سے بھی تعلیم حاصل کی اور ان کے چند اشعار بھی نقل کئے۔

علامہ مرغینانی ؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد اس وقت کے رواج اور طریقہ تعلیم کے مطابق فرغانہ کے علاوہ مختلف اسلامی ممالک اور علمی مراکز کا سفر اختیار کیا اور جہاں جو صاحبِ علم ملا اس سے استفادہ کیا۔ اس زمانے میں تعلیم سفر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی تھی۔ آج کی طرح باقاعدہ مدارس کا رواج نہیں تھا۔ اہل علم و فضل کی اپنی اپنی مسندیں ہوا کرتی تھیں جہاں وہ درس دیتے

تھے۔ دور دراز سے طالبانِ علوم آآ کر ان میں شریک ہوتے اور کسی ایک استاذ یا ایک مجلس درس سے استفادہ پر اکتفانہ کرتے بلکہ جہاں بھی جو شخص جس فن کا ماہر ملتا وہ چلے جاتے۔ کئی کئی برس ان کی خدمت میں رہتے اور ان کے علم و فضل سے پوری طرح مستفید ہوتے۔

چنانچہ علامہ مرغینانیؒ نے بھی اپنے جد مادری (نانا) قاضی عمر بن حبیب زندرامسی کے انتقال کے بعد فقہ و علم کلام کی مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے سب سے پہلے صوبہ کے صدر مقام فرغانہ کے لئے رختِ سفر باندھا۔ اس کے بعد انہوں نے طلبِ علم کی راہ میں سمرقند، بخارا، نیشاپور، مرو اور بلخ وغیرہ کے سفر کئے۔ وہ حرمین شریفین، بغداد اور ہمدان بھی گئے۔ اس سلسلہ میں وہ کہاں پہلے گئے اور کہاں بعد میں، یا اساتذہ ما بعد سے استفادہ میں تقدم و تاخر کی نوعیت کیا رہی؟ یہ بتانا دشوار ہے البتہ یہ بات یقینی ہے کہ عربی زبان و ادب اور علم کلام اور فقہ کی تعلیم مقدم تھی اور حدیث و تفسیر کی موخر مگر چونکہ صاحبِ ہدایہ نے ہر ایک فن کی تعلیم کئی کئی اساتذہ سے حاصل کی ہے اس لئے شہروں ہی کی ترتیب سے "صاحب ہدایہ" کے اساتذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

فرغانہ :

یہاں امام الحسن بزدویؒ کے براہِ راست شاگرد ابو المعانی ظہیر الدین بن زیاد بن الیاسؒ کی مسند درس خاص طور پر شہرت رکھتی تھی۔ علامہ مرغینانیؒ نے ان سے استفادہ کیا۔ وہ اپنی فضیلت علمی کے باوجود خوش اخلاق اور منکسر المزاج تھے۔ اپنے تلامذہ اور تمام شاگردوں کے ساتھ شفقت اور محبت کا معاملہ فرماتے (الجواہر المضیہ ص ۲۴۵) فرغانہ ہی کے ایک اور بزرگ عالم شیخ عثمان بن ابراہیم خواقندی سے بھی علامہ مرغینانیؒ نے فقہ کا درس لیا اور باقاعدہ اجازت پائی۔
(الجواہر المضیہ ج ۲، ص ۱۴)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی یا تذکرہ و سوانح کے دوسرے مصنفین نے صاحب ہدایہ کے چند ہی اساتذہ کا ذکر کیا ہے لیکن حسن اتفاق سے شیخ محی الدین عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں مختلف فقہاء و محدثین کے تذکرہ میں جابجا "صاحبِ ہدایہ" کی کتاب "معجم الشیوخ" سے اقتباسات لئے ہیں جن سے صاحبِ ہدایہ کے دور طالب علمی اور ان کے اساتذہ پر روشنی پڑتی ہے۔

سمرقند:

"صاحبِ ہدایہ" نوجوانی میں سمرقند بھی گئے جہاں ان کے قرابت دار قیس بن اسحاق ابو المعالی (وفات ۵۲۷ھ) حیات تھے۔ وہ امام محمود بن عبداللہ جوزجانی کے شاگرد اور امام ابو حفص عمر بن محمد نسفی کے استاذ تھے۔ (الجواہر المضیہ)

ان سے ملاقات اور علمی استفادہ کے علاوہ علامہ مرغینانی کے لئے امام زاہد نجم الدین عمر بن نسفی (م ۵۳۷ھ) کی شخصیت بھی خاص طور پر بڑی اہم تھی۔ وہ مفتی، فقیہہ، محدث، مفسر اور صاحبِ فضل تھے۔ ان کی روایات احادیث ۵۵۰ اساتذہ سے مروی تھیں۔ انہوں نے فقہ اور حدیث پر کئی کتابیں لکھیں۔ جامع صغیر کو منظوم کیا۔ آپ امام نسفی کے نام سے مشہور ہیں۔ عقائد کے موضوع پر آپ نے مختصر کتاب لکھی، علامہ تفتازانی نے اس کی شرح لکھی جو "شرح عقائد نسفی" کے نام سے مشہور ہے جو طویل عرصہ سے دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں شامل ہے۔ علامہ مرغینانیؒ نے ان سے کچھ تصنیفات کی سماعت کی اور امام ظہیر الدین محمد بن عثمان کی رفاقت میں ان سے کتاب المسندات کی بھی سماعت کی اور ان کے صاحبزادے احمد بن عمر نسفی سمرقندی (شہید ۵۵۲ھ) سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل کی۔

سمرقند میں امام علی بن محمد بن اسماعیل (م ۵۳۵ھ) فقہ کے ایک ممتاز عالم تھے جو شیخ الاسلام کی حیثیت رکھتے تھے۔ علامہ مرغینانیؒ نے ان سے فن تدریس اور

اصول کلام میں بہت زیادہ استفادہ کیا۔ زیادات کے کچھ فتاویٰ اور مبسوط اور جامع صغیر کا ایک حصہ پڑھا۔ انہوں نے علامہ مرغینانیؒ کو علی الاطلاق افتاء کی جازت دی اور اس بارے میں شاندار تعریفی الفاظ استعمال کرتے ہوئے اپنی طرف سے تفصیلی سند بھی عنایت فرمائی۔

نیشاپور :

یہاں علامہ مرغینانیؒ نے شیخ صفی الدین ابو البرکات عبداللہ بن محمد صاعدی سے درس لیا اور ان کے تمام مرویات کی اجازت مطلقہ حاصل کی۔ شیخ صاعدی خاندانی طور پر علم و زہد اور صلاح و تقویٰ کے وارث اور اسی ماحول کے پروردہ تھے۔

مرو :

یہاں علامہ مرغینانیؒ نے جن شیوخ سے استفادہ کیا ان کا اجمالی تذکرہ یہ ہے :

۱۔ محمد بن ابی بکر الخطیب البو سمنجی الامام الزاہد، انہوں نے اپنی تمام مسموعات کی روایت کرنے کی اجازت دی اور شیخ علی بن احمد الواحدی کی کتاب **التفسیر الوسیط** کا ایک نسخہ اپنے دستِ خاص سے عنایت فرمایا۔

۲۔ شیخ ضیاء الدین محمد بن یرسوخی، ان کو چار واسطوں سے امام مسلم بن الحجاج القشیری سے صحیح مسلم کی اجازت وروایت کا شرف حاصل تھا۔ چنانچہ انہوں نے صحیح مسلم اور اپنی تمام تر دیگر مسموعات کی "صاحب ہدایہ" کو اجازت دی اور اپنے دست خاص سے ۵۴۵ھ میں یہ اجازت نامہ لکھ کر عنایت فرمایا۔ ان کی مسموعات میں کتاب التمہید (مولفہ امام سیف الدین ابو المعین میمون بن محمد مکحول) کی اجازت وروایت بھی شامل تھی۔ (الجواہر المضیہ ج ۱، ص ۲۱۳)

ان ہی کے واسطہ سے امام ابو حنیفہؒ کی "کتاب الرسالہ" کی روایت بھی تنہا "صاحب ہدایہ" ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے جس میں امام ابو حنیفہؒ تک صرف نو

واسطے ہیں۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ کتاب الرسالہ کی دریافت مولانا محمود حسن جان ٹونکی کے ذریعہ ہوئی جسے انہوں نے اپنی کتاب "معجم المصنفین ج ۲'ص ۱۹۲' مطبوعہ بیروت) میں نقل کیا ہے۔

۳۔ شیخ محمد بن حسن بن مسعود' اپنی تمام کتابوں' مرویات و مسموعات کی اجازت اپنے قلم سے تحریر فرما کر دی جس میں امام طحاوی کی "شرح معانی الآثار" کی بھی اجازت شامل تھی۔ (الجواہر المضیہ ج ۲ ' ص ۴۶)

۴۔ شیخ ابوالفتح محمد بن عبدالرحمٰن کشمیہنی مروزی' آپ تین واسطوں سے امام بخاری کے شاگرد اور روایت بخاری کے مجاز تھے۔ "صاحب ہدایہ" نے ان سے ۵۴۵ھ میں بخاری شریف کا بیشتر حصہ پڑھا اور باقی ماندہ کی بھی اجازت حاصل کی۔ (ایضاً)

بلخ :

۱۔ قاضی سعید بن یوسف حنفی مقیم بلخ' آپ سے علامہ مرغینانیؒ نے روایتِ حدیث بھی کی اور اجازت مطلقہ عامہ بھی حاصل کی۔ (ایضاً)

۲۔ ابو شجاع ضیاء الاسلام عمر بن محمد بسطامی بلخ کے مشائخ کبار میں تھے اور بقول علامہ مرغینانیؒ ان کے پاس اسانید عالیہ تھیں اور وہ مختلف علوم میں کمال رکھتے تھے۔ وہ اور ان کے بھائی محمد بن حنفی مسلک کے فقیہہ اور امام تھے۔ شیخ بسطامی نے "صاحبِ ہدایہ" کو مسموعات و مستجازات کی اجازتِ مطلقہ لکھ کر عنایت فرمائی۔

بخارا :

۱۔ برہان الائمہ الصدر الشہید عمر بن عبدالعزیز بن مازہ (م ۵۳۶ھ) امام ابن امام بحر بن بحر کہے جاتے تھے۔ فتاویٰ صغریٰ' فتاویٰ کبریٰ' شرح جامع صغیر اور مطول آپ کی تصنیفی یادگاریں ہیں۔ موصوف "صاحبِ ہدایہ" کے خصوصی اساتذہ

میں سے ہیں جن سے انہوں نے فلسفہ و کلام اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔
(الجواہر المضیہ ج ۱ ' ص ۳۹۱)

۲۔ شیخ احمد بن عبدالعزیز' برہان الدین عمر بن مازہ کے برادر ہیں۔ ان کو آٹھ واسطوں سے امام محمدؒ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ انہوں نے "صاحب ہدایہ" کو "السیر الکبیر" اور اپنی تمام مسموعات اور مستجازات کی اجازت دی۔
(الجواہر المضیہ ج ۲'ص ۴۷)

۳۔ شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بخاری (م ۵۴۶ھ) یہ الزاہد العلامہ کے لقب سے معروف تھے۔ بقول علامہ سمعانی' فقیہہ' مفتی' متکلم اور صاحبِ فضل تھے۔ ایک ہزار سے زیادہ اجزاء پر مشتمل تفسیر قرآن لکھی جو انہوں نے صاحب ہدایہ کو تمام مستجازات اور مصنفات کی اجازت مطلقہ دی اور خود اجازت نامہ لکھ کر عطا فرمایا۔
(الجواہر المضیہ ج ۲'ص ۷۶)

۴۔ شیخ عثمان بن علی بیکندی' بقول امام سمعانی' بخاری میں شمس الائمہ سرخسی کے آخری شاگردوں میں تھے جو فقہ کی معروف کتاب "المبسوط" کے مصنف ہیں۔ المبسوط تیس مجلدات پر مشتمل ہے اور انتہائی اہم و مستند ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ بھی صاحبِ ہدایہ کے مشائخ میں ہیں۔ (الجواہر المضیہ ج ۱'ص ۳۴۵)

۵۔ علامہ سدید الدین ابو الرضا محمد بن محمود طرازی (م ۵۷۰ھ) صاحبِ ہدایہ نے بھی ان کو اپنے اساتذہ میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے مجھے بخاری میں تعلیم و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ (الجواہر المضیہ ج ۲'ص ۱۳۱)

مرغینان :

غالباً علامہ مرغینانیؒ سمرقند وغیرہ کے تعلیمی سفروں کے بعد دوبارہ مرغینان واپس آئے اور یہاں کے اکابر شیوخ سے انہوں نے خاص طور سے فنِ حدیث میں بھرپور استفادہ کیا اور اجازت حاصل کی۔ چنانچہ انہوں نے شیخ عبداللہ

بن ابی الفتح القانقاہی سے عمومی طور پر روایت حدیث کی اجازت لی۔
(الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۲۸۰)

شیخ فضل اللہ بن عمر ابوالفضل اسفور قانی کے یہاں بھی سماعتِ حدیث اور اجازت مطلقہ حاصل کی۔ (الجواہر المضیہ ج ص ۳۵۹)

یہیں امام ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی بھی تھے جو چار واسطوں سے امام ترمذی کے شاگرد تھے۔ ان سے صاحبِ ہدایہ نے ترمذی شریف کا درس لیا اور اجازت حاصل کی۔ (الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۱۹۸)

اس کے علاوہ مرغینان میں شیخ ضیاء الدین بن اسعد مرغینانی سے بھی ترمذی کا درس لیا اور پھر اجازت پائی۔ (الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۲۵۹)

اوش :

شیخ الاسلام نصیر الدین محمد بن سلیمان اوشی اپنے علم و فضل کے علاوہ زہد و عبادت میں بھی زیادہ مشہور اور ممتاز تھے اور زاہدوں میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنی تمام مسموعات کی اجازت خود اپنے دست مبارک سے لکھ کر "صاحب ہدایہ" کو روانہ کی۔

حرمین و ہمدان :

۵۴۴ھ میں صاحب ہدایہ نے شیخ الاسلام صفی الدین ابو حفص عمر بن عبدالمومن گجوادری بلخی کے ہمراہ سفر حج کیا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور پھر بعد میں ہمدان وغیرہ کی راہ سے سفر واپسی بھی ایک ساتھ ہوا۔ اس طویل سفر میں جو ایک سال سے زیادہ مدت تک جاری رہا، صاحب ہدایہ نے شیخ الاسلام صفی الدین سے درس حدیث لیا اور مختلف مسائل زیر بحث رہے۔ انہوں نے اپنے مرویات اور مسموعات کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۳۹۲)

بغداد: مولف ہدایہ اپنی کتاب التجنیس والمزید میں اپنے بغداد کے سفر کا ذکر بھی کرتے ہیں جہاں انہوں نے شیخ برہان الدین ابوالحسن علی بن الحسن (۲) بن عبداللہ الغزنوی سے سماعتِ حدیث کی شیخ کے لئے انہوں نے الامام الاجل الزاہد کے الفاظ استعمال کئے۔ (کتاب التجنیس والمزید)

حافظہ:

طلب علم کی راہ میں صاحبِ ہدایہ نے اپنے زمانہ کے مشہور علمی و دینی مراکز کا سفر کیا اور اپنے وقت کے مشاہیر علماء و مشائخ سے استفادہ کیا۔ ان کا حافظہ ایسا تھا کہ بچپن میں جو کچھ یاد کر لیا وہ آخر عمر تک یاد رہا۔ وہ اپنی ذہنی و اخلاقی خوبیوں' خداداد صلاحیتوں اور کمال ذہانت و فطانت کی وجہ سے اپنے اساتذہ کے یہاں بھی لائق تحسین اور قابل تعریف قرار پائے۔ شیخ الاسلام اسبیجابی نے انہیں افتاء کی سند دی تو اس میں ان کے بارے میں تحسین کے زبردست الفاظ لکھے اور تفصیل سے ان کی خوبیوں کا ذکر کیا۔

مشائخ کی شفقتیں:

علامہ مرغینانیؒ کو اللہ نے بچپن ہی سے اطاعت' خلوص اور خدمت حسن اخلاق کی دولت سے نوازا تھا۔ ان کی قوی استعداد اور بہترین صلاحیتیں دیکھ کر اکابر ان پر شفقتیں کرتے اور انہیں نوازتے۔

برہان الائمہ الصدر الشہیدؒ دور طالب علمی ہی میں صاحبِ ہدایہ کا بے حد اکرام کرتے اور اپنے خاص خاص اسباق میں بھی ان کو اپنے مخصوص تلامذہ میں شمار کرتے اور وہ جہاں ضرورت سمجھتے اپنے اساتذہ کے سامنے بحث و تحقیق سے کام لیتے۔ (الجواہر المضیہ ج ۱' ص ۳۶۰)

وہ اپنے اساتذہ کرام کے خصوصی توجہات کا مرکز رہے۔ چنانچہ اساتذہ نے اپنے اپنے دست خاص سے اسناد تعلیمی لکھ کر انہیں عنایت فرمائیں۔ الامام

الزاہد محمد بن ابی بکر الخطیب البوسنجی نے "التفسیر الوسیط للواحدی" کاایک کاایک نسخہ خود نقل کر کے ان کے سپرد کیا۔ (الجواہر المضیہ ج ا'ص ۳۵)

زمانہ طالب علمی کا سرسری جائزہ :

علامہ مرغینانیؒ صرف و نحو' عربی' فارسی' زبان ادب' علوم بلاغت و بیان' اصول فلسفہ اور علم کلام' فقہ و حدیث' علوم القرآن و تفسیر' افتاء و تدریس اور فنون خلافیات و مناظرہ میں تحصیل علم کی تکمیل کی۔ قیس بن اسحاق ان کے ایک عزیز اور قریبی دوست تھے' ۵۲۷ھ میں ان کا انتقال ہوا تو اس وقت صاحبِ ہدایہ کی عمر ۱۵'۱۶ سال تھی مگر اس کمسنی اور بچپنے کے باوجود علم و مطالعہ اور دینی صلاحیتیں نمایاں تھیں۔ قیس بن اسحاق نے ان کی اس علمی عظمت کے پیش نظر انہیں عربی اشعار کے ذریعہ اپنا مخاطب بنایا تھا۔ حضرت مرغینانیؒ کے اساتذہ کرام میں الصدر الشہیدؒ کا انتقال ۵۳۶ھ میں اور الاسبیجابی کا انتقال ۵۳۷ھ میں ہوا۔ اس وقت صاحبِ ہدایہ ۲۵'۲۶ برس کے ہوں گے جبکہ زمانہ تلمذ تو یقیناً اس سے کافی قبل کا ہے۔

حضرت مرغینانیؒ نے مذکورہ جلیل القدر شخصیات سے علوم و فنون کی تحصیل اور عنفوان شباب ہی میں تعلیمی مراحل سے فراغت پالینے کے باوجود وہ ہمیشہ ایک مخلص اور سچے طالب علم کی طرح ارباب علم و کمال اور اساتذہ کے نیاز مند رہے اور زندگی کے ہر موڑ میں صاحبِ کمال سے استفادہ کے لئے کوشاں رہے۔ جب ان کی طالب علمانہ جدوجہد' تحصیل علم کی کاوشوں' اسفار اور طلب و جستجو کا جائزہ لیا جائے تو علم حدیث شریف سے خصوصیت کے ساتھ ان کے تعلیمی شغف اور اس فن کی اسناد عالیہ کے حصول کی کوششوں کا ۵۴۵ھ تک سراغ ملتا ہے جبکہ اس وقت ان کی عمر چونتیس برس کی تھی۔ صرف یہ نہیں بلکہ فقہ و حدیث بعض امہات کتب میں انہوں نے ایک سے زیادہ اساتذہ کرام سے درس لیا ہے۔ اس لئے علامہ جلال الدین بن مالکؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ صاحبِ ہدایہ علامہ مرغینانیؒ آٹھ علوم کے

ماہر تھے۔ (الجواہر المضیہ ج ا ص ۳۸۴)

ان کے اساتذہ کرام میں ایسی جلیل القدر شخصیات بھی ہیں جو اپنے تدین' اخلاص، علمی عظمت' ذکر و عبادت اور خلوص وللہیت کی بناء پر "الزاہد" کے لقب سے معروف تھے مثلاً امام ابو بکر بن زیاد الزاہد الخطیب' ابو بکر بن حاتم الرشدانی الزاہد' الامام الحکیم الزاہد وغیرہ' اس نسبتِ تلمذ و استفادہ اور طلب و اخلاص اور اساتذہ کی خصوصی نظر شفقت سے صاحبِ ہدایہ کے ذہن و ذوق اور افتاء و طبع کی نشو و نما اور فکری تربیت بہتر اور ہر لحاظ سے خوب تر ہوئی۔

اسناد عالی :

صاحبِ ہدایہ کے اساتذہ پر ایک علمی اور مطالعاتی سر سری نظر ڈالی جائے تب بھی بہ آسانی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کو چار چار واسطوں سے امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' پانچ واسطوں سے امام ترمذیؒ اور نو واسطوں سے امام ابو حنیفہؒ اور ایک واسطہ سے امام سرخسیؒ اور امام ابوالحسن بزدویؒ کی شاگردی' تلمذ اور ان کی کتب سے روایت حدیث کا شرف حاصل رہا ہے۔ ان کے اساتذہ میں امام ابو حفص عمر بن محمد نسفی (م ۵۳۷ھ) کو ۵۵۰ اساتذہ سے روایتِ حدیث حاصل تھی جن کے انتقال کے وقت صاحبِ ہدایہ کی عمر ۲۶ برس تھی جبکہ ان سے تلمذ کا زمانہ یقیناً اس سے قبل ہی کا ہے کیونکہ شیخ اسبیجابیؒ سے ان کو ۵۳۵ھ یا اس سے بھی قبل تلمذ حاصل ہو چکا تھا۔ نیز سمرقند میں صاحبِ ہدایہ کی آمد اور مرغینان میں ان کے نانا کے انتقال کے بعد ہی ان کی طالب علمی دوسرے دور میں داخل ہوتی تھی۔

اقران و اماثل کا اعتراف :

علامہ مرغینانیؒ اپنے اساتذہ اور مشائخ کی طرح اپنے ہم عصر علماء اور فقہاء کی نظر میں بھی محبوب اور احترام و عظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کو ان کے ہم عصر علماء اور فقہاء نے محقق' اصولی' محدث اور فقیہہ کہا بلکہ ان کی علمی

فقہی عظمت کا اعتراف کیا۔

مولانا عبدالحی لکھنوی الفوائد البھیہ ص ۱۴۱ میں رقمطراز ہیں :

"کان اماماً ' فقیھاً ' حافظاً ' محدثاً ' مفسراً ' جامعاِ للعلوم ' ضابطاً للفنون ' متفناً ' نظارا ' مدققاً ' زاھداًو رعاً بارعا ' ماھراً ' اصولیاً ' ادیباً ' شاعراً ' لم ترالعیون مثله فی العلم والادب ' وله الید الباسط فی الخلاف والباع الممتد فی المذھب ۔"

" یعنی شیخ برہان الدین مرغینانیؒ اپنے وقت کے امام ' عظیم المرتبت فقیہہ ' حافظ حدیث ' مفسر ' مختلف علوم وفنون کے جامع ' صاحبِ ورع و تقویٰ ' عابد و زاہد اور محقق تھے۔ علم وادب کے مختلف گوشوں پر وسیع اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے۔ علم خلافیات میں بلند مرتبہ پر فائز تھے اور فقہی مذاہب پر مجتہدانہ دسترس رکھتے تھے۔"

اللہ نے امام مرغینانیؒ کو علمی ، فقہی اور استنباط مسائل واحکام اور فضل و کمال کے بلند ترین مقام پر پہنچایا اور ایسی عظمتیں عطا فرمائیں کہ اکابر و مشائخ کے علاوہ اقران و اماثل نے ان کی علمی عظمت اور برتری کا اعتراف کیا۔ مثلاً امام فخر الدین رازیؒ ' قاضی خان ' ظہیر الدین بخاری صاحب فتاویٰ ظہیریہ جیسے اکابر اور ارباب فضل و کمال نے مرغینانیؒ کو اپنے دور کا بے مثال محقق ' فقیہہ اور اصولی تسلیم کیا ہے۔ (الفوائد البھیہ ص ۱۴۱)

امام زین الدین العتابیؒ الصدر الامام محمود بن احمد بن عبدالعزیز نے بھی امام برہان الدین مرغینانیؒ کے فضل و مرتبہ اور علمی کمال کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ وہ بہت جلد اپنے علم و تبحر کی وجہ سے اپنے شیوخ اور اقران سے بھی فائق ہو گئے اور ہدایہ اور کفایۃ المنتھی کی تصنیف کے بعد لوگوں کی نظروں میں اور بلند ہو گئے۔
(الجواہر المضیہ ص ا ' ص ۳۸۳)

رتبہ و مقام :

ابن کمال پاشا نے اپنے کو اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے جن کی کارگزاری صرف اتنی ہی ہوتی ہے کہ صاحب مذہب سے جو مختلف روایتیں ہوں ان میں سے کون افضل ہے اور کون مفضول اس کو بتاتے ہیں۔ "کقولهم هذا اولیٰ" "هذا اصح رواية" "هذا اوفق بالناس" لیکن اکثر علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ کی علمی جلالت قدر اور عظمت شان قاضی خان سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ خود قاضی خان اور زین الدین عتابی سے منقول ہے کہ صاحبِ ہدایہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے بلکہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ نیز نقد دلائل و استخراج مسائل کا جو ملکہ آپ کو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں' پس انصاف یہ ہے کہ آپ کو مجتہدین فی المذہب کے زمرہ میں شمار کیا جائے جس میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ تھے۔ (غایۃ السعایہ)

آپ کو فقہاء کے سات طبقات میں کونسا مقام حاصل ہے یہ بحث آئندہ صفحات میں تفصیل سے درج کر دی جائے گی۔

اعلیٰ ادبی ذوق اور بلند پایہ شاعری :

علامہ مرغینانیؒ عربی ادب کے ماہر اور عربی زبان کے ادیب لبیب تھے۔ عربی شعر میں کافی درک حاصل تھا' عربی زبان میں ان کی مہارت 'ان کا درک اور ان کی بلند اور عظیم انشاپردازی کا ثبوت ان کی تصنیفات خصوصاً ہدایہ ہے۔

معروف سکالر اور مصنف مولانا عزیز الرحمٰن مجبوری لکھتے ہیں :

" اپنے اکابر سے بارہا سنا ہے اور خود اپنا ذاتی تجربہ بھی یہی ہے کہ علمِ فقہ میں درک و کمال حاصل کرنا چاہئے۔ تقریر' تحریر' مناظرے سب آسان ہیں۔ علم فقہ خصوصاً ہدایہ جس کو آتا ہے اس کو سب کچھ آتا ہے اور جو اس سے ناواقف ہے اسے کچھ بھی نہیں آتا۔"

ان کے شعری کمال اور فنی مہارت کے بارے میں اگرچہ زیادہ تفصیلات نہ مل سکیں تاہم ان کے شاگردِ رشید برہان اسلام زرنوجیؒ نے اپنی کتاب "تعلیم المتعلم" کی دوسری فصل میں لکھا ہے کہ میرے استاذ اور جلیل القدر امام علامہ مرغینانیؒ نے ایک بار یہ شعر سنایا-----

فساد كبير عالم متهتك و اكبر منه جاهل متنسك

هما فتنة فى العالمين عظيمة لمن بهما فى دينه متمسك

ترجمہ: دین کے بارے میں بے عمل عالم کا وجود بہت بڑا فتنہ ہے اور اس سے بھی بڑا فتنہ جاہل عبادت گذار ہے۔ دنیا میں یہ دونوں اس شخص کے لئے بہت بڑا فتنہ ہے جو ان کی پیروی کرتا ہے۔

اپنے دور طالب علمی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بہت سے ایسے اساتذہ ہیں جن سے میں استفادہ نہ کر سکا اور اس نقصان پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے---

لهفى على فوت الليالى لهفى

ما كل مافات و ينقى بلغى

زمانہ کی دی ہوئی فرصت کے ضائع ہو جانے پر افسوس ہے ورنہ جو لوگ رہ گئے ہیں وہ ایسے نہ تھے کہ ان کو چھوڑ دیا جاتا۔

علامہ برہان الدین مرغینانیؒ نے اپنے معجم الشیوخ میں اپنے نانا عمر بن حبیبؒ، شیخ عمر نسفیؒ، شیخ ابو بکر حاتم رشدانیؒ، شیخ ابو بکر بن زیاد مرغینانیؒ اور شیخ عبداللہ بن ابی الفتح الخانقاہی المرغینانیؒ کے اشعار نقل کئے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے استاذ امام ضیاء الدین صاعد بن اسعد مرغینانیؒ نے اپنے والد کا یہ شعر سنایا کہ-----

اذا ضاق بى زرع الكرام ولم اجد

تحولت عن تلك الديار و اهلها

جب اہل کرم کے ہاتھ میرے لئے تنگ ہو جاتے ہیں اور بے نیل و مرام

رہ جاتا ہوں تو میں اس علاقہ اور وہاں کے باشندوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہوں۔

امام مرغینانی ؒ نے اپنے معجم الشیوخ میں مندرجہ بالا شعر نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ معنی اور مفہوم کے اعتبار سے مجھے مذکورہ شعر کے مقابلہ میں کسی شاعر کا درج ذیل شعر زیادہ پسند ہے ----- ؎

اذا كنت فى داريهينك اهلها ولم تكن مقبولاً بها فتحول

جس مقام کے باشندے تم کو کم تر سمجھیں اور تم ان کے لئے پسندیدہ خاطر نہ رہو تو اس جگہ سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

ذوق مطالعہ ' شوق تحریر اور اہتمام تقویٰ :

شیخ الاسلام علامہ مرغینانی ؒ ہدایہ کی تصنیف میں تیرہ برس مصروف رہے۔ اس دوران وہ پابندی کے ساتھ روزہ رکھتے اور اس بات کے لئے کوشاں رہتے کہ کسی کو ان کے روزہ کی خبر نہ ہو اس کے اسی زہد و تقویٰ کا اثر ہے کہ ان کی یہ کتاب چہار دانگ عالم میں مقبول ہوئی اور اہل علم نے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

(الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۳۶۰)

ہدایہ کی تصنیف کے زمانہ میں خادم امام مرغینانی ؒ کے پاس کھانا لاتا تو صاحبِ ہدایہ رکھ کر چلے جانے کا حکم دیتے اور کھانا کسی طالب علم یا مہمان کو کھلا دیتے۔ خادم آکر برتنوں کو خالی پاتا یہ سمجھتا کہ آپ نے تناول فرمالیا ہے۔

(مقدمۃ الہدایہ ص ۳)

صاحبِ ہدایہ کے سوانحی حالات بہت کم ملتے ہیں اس کی اصل وجہ خود علامہ مرغینانی ؒ کی یہی اخفا پسندی ہے۔

اتباع سنت کا اہتمام :

اتباع سنت کے سلسلہ میں سلف صالحین اور اکابر فقہاء و محدثین کا یہ معمول رہا ہے کہ جن امور سے متعلق قوی روایت نہ ملتی ' ضعیف روایت بھی مل

جاتی تب بھی، یہ حضرات عام حالات میں اپنے وجدان 'رائے' ذوق اور اپنے قیاس کے مقابلہ میں اس روایت پر عمل کو ترجیح دیتے۔ چنانچہ علامہ مرغینانیؒ کے بارے میں ان کے تلمیذ رشید برہان الاسلام زرنوجیؒ نے اپنی معروف کتاب "تعلیم المتعلم" میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ صاحبِ ہدایہ امام مرغینانیؒ کا خاص طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے شاگردوں کے اسباق کا آغاز چار شنبہ (بدھ) کے انتظار میں روکے رکھتے تھے۔ جب بدھ کا روز آجاتا تو سبق شروع فرماتے 'انہوں نے ہدایہ کی تالیف کا آغاز ذی قعدہ ۵۷۳ھ میں کیا اور بدھ کا دن اس اہم اور مبارک کام کی ابتدا کے لئے منتخب کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا بھی یہی معمول تھا۔ امام مرغینانیؒ اس بارے میں حضور اقدس ﷺ کا ایک ارشاد بھی روایت کرتے کہ :

" ما من شئ بدی یوم الاربعاء الاتم " جو کام بدھ کے روز شروع کیا جائے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ (مقدمۃ الہدایہ ص ۳)

ہمارے شیخ و مربی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بھی اکثر یہ روایت نقل کرتے اور ارشاد فرماتے کہ " ایسی کوئی چیز نہیں جو بدھ کے روز شروع کی جائے اور وہ پوری نہ ہو"۔

امام مرغینانیؒ کا یہی طرز عمل اور اسباق کے شروع کرنے میں بھی یہی معمول تھا۔ امام مرغینانیؒ نے یہ حدیث شیخ قوام الدین احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاریؒ سے بسند متصل روایت کی ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے اس روایت پر "الفوائد البہیہ" میں تفصیل سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ بعض محدثین نے اس روایت کے متعلق کچھ کلام کیا ہے چنانچہ شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بخاریؒ نے " المقاصد الحسنه فی الاحادیث المشهره علی الاسنه" میں کہا ہے کہ مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ نیز حدیث جابرؓ "یوم الاربعاء یوم نحس مستمر" (رواہ الطبرانی فی الاوسط) کے معارض ہے۔ ملا علی قاریؒ نے "المصنوع

فی معرفة الموضوع" میں حدیثِ جابرؓ کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ بدھ کا روز کفار کے حق میں نحس ہے جس کا مفہوم یہ نکلا کہ مومنین کے حق میں سعد ہے۔ پس دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔

مولانا عبدالحیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث اول کے لئے ایک اور اصل تلاشی کی ہے اور وہ یہ کہ امام بخاریؒ (کتاب الادب میں) امام احمد و بزار نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد فتح میں پیر، منگل، بدھ تین ایام میں دعا کی اور بدھ کے روز ظہر و عصر کے درمیان دعا مقبول ہوئی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی امرِ مہم در پیش ہوا تو میں نے بدھ کے روز ظہر و عصر کے مابین دعا کی وہ مقبول ہوئی۔

علامہ سیوطیؒ نے " سهام الاصابه فى الدعوات المستجابه" میں کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد جید ہے۔ نورالدین علی بن احمد سمہودیؒ نے " وفاء الوفاء باخبار المصطفىٰ "میں اس حدیث کو مسند احمد کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں پس اس حدیث سے یہ نکلا کہ بدھ کے روز میں ایک مستجاب ساعت ہے اس لئے علماء نے بدھ کے روز اسباق کی ابتداء کو بہتر خیال کیا ہے۔ علاوہ ازیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے بدھ کے روز نور کی تخلیق فرمائی اور ظاہر ہے کہ علم سراسر نور ہے۔ (غایہ)

مولانا فرنگی محلیؒ نے مزید بحث کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ صاحبِ ہدایہ کے اس عمومی طرز عمل کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند کے دینی جامعات اور عربی مدارس میں بدھ کے روز آغازِ درس یا باقاعدہ تعلیمی سال کے افتتاح کا معمول بن گیا ہے۔

بصیرت اور فراستِ ایمانی :

علامہ مرغینانیؒ کی خداداد بصیرت اور فراست ایمانی کا عجیب واقعہ حضرت

نظام الدین اولیاءؒ نے شیخ برہان الدین بلخیؒ سے متعلق نقل کیا ہے "مولانا برہان الدین بلخیؒ کہتے ہیں کہ میں تقریباً پانچ برس کا خورد سالہ بچہ تھا اور والد کے ہمراہ کہیں جا رہا تھا سامنے سے صاحب ہدایہ علامہ مرغینانیؒ کی سواری آئی' میرے والد ہجوم کی وجہ سے دوسرے راستے پر پڑ گئے۔ حضرت مرغینانیؒ کی سواری قریب آئی تو میں نے بڑھ کر سلام کیا' انہوں نے میری طرف تیز نظروں سے دیکھا اور فرمایا" مجھے اس بچے میں نور علم نظر آتا ہے" یہ بات سن کر میں ان کے آگے آگے چلنے لگا' پھر فرمایا خدا مجھ سے یہ کہلواتا ہے کہ "یہ بچہ اپنے عہد میں علامہ زمان ہوگا" میں نے یہ بات سنی اور شیخ کی سواری کے ساتھ چل پڑا۔ (فوائد الفوائد فارسی' ص ۴۰۶)

پھر فرمایا کہ : " خدا مجھ سے یہ کہلواتا ہے کہ یہ لڑکا اس قدر عظیم ہوگا کہ بادشاہ اس کے دروازہ پر حاضری دیں گے"۔ (فوائد الفوائد)

برہان الدین محمود بن ابو الخیر بلخیؒ (م ۶۸۷ھ) سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے۔ فقہ و حدیث اور دیگر علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع' فنون رسمیہ و عرفیہ کے ماہر اور ادیب و شاعر تھے' امام صنعانیؒ سے مشارق الانوار کا براہ راست درس لیا تھا' حوض شمسی (دہلی) کے مشرقی جانب ان کی قبر ہے۔

فقہ کی طرف توجہ کا اصل سبب :

علامہ مرغینانیؒ کے علمی میدان کا اصل کام فقہ و حدیث تھا جس میں انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے غیر معمولی درک اور کمال حاصل کر لیا تھا جس کا ایک ثمرہ ہدایہ جیسی لازوال اور شاہکار تالیف ہے۔ فقہ کی طرف ان کی توجہ' ان کا ذوقی میلان' فطری رجحان اور قدرت کا تکوینی نظام ہے تاہم ایک سبب یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے جد مادری کی آغوشِ شفقت میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا تھا جو فقہ و کلام کے متبحر عالم اور امام سرخسیؒ کے براہ راست شاگرد تھے اور انہوں نے صاحبِ ہدایہ کو یہ نصیحت کی تھی کہ ----- ؎

تعلم یا بنی العلم وافقه و کن فی الفقه ذاجهد ورائی
و لا تك مثل حبال تراه علی مر الزمان الی ورآء
(الجواہر المضیہ ج ۱ ' ص ۳۹۰)

ترجمہ : اے بیٹے علم سیکھو اور اس میں سمجھ پیدا کرو اور فقہ کے بارے میں خاص طور پر غور و فکر اور محنت سے کام لو۔ میں نے تمہاری اس وقت پرورش اور پرداخت کی ہے جب نحیف و نزار تھے جیسے کہ رسیاں پھر دوبارہ کمزور ہونے لگتی ہیں۔

اس کے علاوہ ان کے ایک استاذ شیخ ظہیر الدین (زیاد بن الیاس ابو المعالی ؒ) جو براہِ راست امام ابو الحسن بزدویؒ کے شاگرد تھے ان سے استفادہ کرنے کے لئے قاضی محمد بن فضل اصبہانیؒ نے امام مرغینانیؒ کو بطور خاص درج ذیل اشعار کے ذریعہ تاکید اور نصیحت کی تھی۔

اسعد فقد خلت لقیاً افضل الناس
ابی المعالی زیاد نجل الیاس

" تم خوش قسمت ہو کہ لوگوں میں سب سے بہتر آدمی الیاس کے فرزند زیاد ابو المعالی سے تمہاری ملاقات ہو گئی۔ "

و انزل بنادیة تلقی المجد مبتسها
والفضل فی نفحات الورد والآس

" ان کی مجلسوں میں وقت گزارو، مہکتی اور تبسم ریز ہواؤں میں تم عزت اور شرف پاؤ گے "۔

ولذبه من زمان جائرنکد
فما بجرح اللبالی غیره آسی

" زمانہ کی ستم رانیوں سے بچنے کے لئے ان کی پناہ لو اس لئے کہ زمانہ کے

زخموں پر وہی غم خواری کریں گے۔"

ان لم تحط يهده في فضائله
فقسه فالشئ قد يدري بمقياسي

" فضائل و مناقب میں ان کا احاطہ نہ کر سکو تو بھی ان کی مثال سامنے رکھو پیمانہ سے ہر ایک چیز کو سمجھا جاسکتا ہے۔"

جود البرامك في نطق بن ساعده
في حكم احنف في فضل بن عباس

" وہ برامکہ کی طرح سخی، ابن ساعدہ جیسے فصیح، احنف کی طرح منصف اور ابن عباس کی طرح فضل والے ہیں۔" (الجواہر المضیہ ج ۱، ص ۳۹۰)

بعض معاصرین ارباب فضل و کمال :

ماوراء النہر اور عالم اسلام کے دوسرے حصوں میں صاحبِ ہدایہ علامہ مرغینانیؒ کے معاصر جو اپنی اپنی جگہ علم کے پہاڑ اور علمی و فقہی عظمتوں کی بلندیوں پر فائز ہیں یہ ہیں :

احناف میں امام ابو بکر بن مسعود کاسانیؒ، مصنف البدائع والصنائع (م ۵۸۷ھ) امام فخر الدین حسن قاضی خانؒ، مولف فتاویٰ وغیرہ (م ۵۹۴ھ) شافعی علماء میں امام ابراہیم ابن منصور عراقی مصریؒ، شارح المہذب (م ۵۹۶ھ) علامہ ابن ابی عصرون تمیمی موصلیؒ، مولف صفوۃ المذہب (م ۵۷۳ھ) اور مالکی علماء میں محمد بن رشد، مولف بدایۃ المجتہد (م ۵۹۵ھ)

علامہ ابن رشدؒ اور صاحبِ ہدایہ :

علامہ ابن رشد اگرچہ مالکی مسلک کے پیرو ہیں لیکن انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب بدایۃ المجتہد میں تمام مذاہب فقہیہ اور ان کے طریقہ استنباط سے بحث کی ہے۔ ان کی بحثوں کا انداز مجتہدانہ ہے مگر بایں ہمہ وہ اپنی اس کتاب میں فقہیہ

کے بجائے ایک محدث کی حیثیت سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ صاحبِ ہدایہ نے بھی ابن رشدؒ کی طرح فقہ کے دیگر مکاتبِ فکر اور ان کے دلائل بیان کئے ہیں لیکن ان کا کام ابن رشد کے مقابلہ میں تین حیثیتوں سے ممتاز نظر آتا ہے۔

۱۔ خالص قانونی اور فقہی ترتیب اور اندازبیان۔
۲۔ قرآن وحدیث اور اصول اجتہاد کی روشنی میں فقہ حنفی کی ترجیح۔
۳۔ نقلی دلائل کے ساتھ ہی عقلی دلیلوں اور امور عامہ سے استدلال۔

حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ صاحبِ ہدایہ کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ در مختار کے مؤلف جیسے ہزار فقیہہ بھی ان کے مقام بلند تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہدایہ کے مؤلف فقیہہ النفس ہیں جن کا سینہ علم و معرفت کا گنجینہ ہے اور در مختار کے مؤلف کا علم اوراق اور کتب کا مرہون منت ہے۔

(مقدمہ نصب الرایہ، ص ۱۴)

فقہی مقام اور فقہاء کے طبقات:

اجتہاد و تخریج، ترجیح اور جمع و تدوینِ مسائل کے لحاظ سے اہل فقہ نے فقہاء کی درجہ بندی کی ہے جس سے ان کے علمی اور فقہی مقام و مرتبہ کے تعین میں آسانی ہو جاتی ہے۔

علامہ کفویؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ علماء مجتہدین نے تحقیق مسائل شرعیہ و تدقیق نظائر فرعیہ میں جہدِ بلیغ کے ساتھ احکام فرعیہ کو ادلہ اربعہ یعنی قرآن، حدیث اور اجماع و قیاس سے مستنبط فرمایا ہے۔ پس ان کا اتفاق حجتِ صالح اور اختلاف رحمتِ واسع ہے۔ پھر شیخ الاسلام احمد بن سلیمان بن کمال پاشاؒ (م ۹۴۰ھ) جو علامہ ابن عابدین شامیؒ کے نزدیک امام جلال الدین سیوطیؒ سے زیادہ دقیقہ رس اور صاحبِ فہم و نظر عالم تھے (ردالمختار ج ۱، ص ۲۸) اور متاخر فقہاء احناف میں ان کی آراء و تحقیقات کو نظر اعتبار سے دیکھا گیا ہے، نے ان مجتہدین میں سے فقہاء کرام کو

درایت کے اعتبار سے اپنے رسالہ " الوقف " میں سات طبقوں میں تقسیم کیا ہے جس کو محمود بن سلیمان کفویؒ نے اپنے طبقات " اعلام الاخیار من فقہاء مذاہب النعمان المختار " میں اور علامہ طحاویؒ نے ان کے رسالہ الوقف سے نقل کیا ہے۔ ہم فقہاء کرام کی اس درجہ بندی کو ملا علی القاریؒ کی کتاب "مناقب ابی حنیفہ " سے مختصراً نقل کر رہے ہیں۔
(مناقب ابی حنیفہؒ ذیل الجواہر المضیہ ج ۲ ، ص ۵۵۹)

پہلا طبقہ :

مجتہد فی الشرع (جس کو بعض حضرات نے مجتہد مطلق سے تعبیر کیا ہے)
اس طبقہ کے فقہاء اپنے اپنے مقرر کردہ قواعد و قوانین پر ادلہ اربعہ کے ساتھ احکام مستنبط کرتے ہیں اور اصول و فروع میں کسی کی تقلید نہیں کرتے جیسے امام اعظم ابو حنیفہؒ کوفی ، امام مالک بن انسؒ مدنی ، امام شافعیؒ ، امام احمد بن حنبلؒ ، سفیان ثوریؒ کوفی ، سفیان بن عیینہؒ ، ابن ابی لیلیٰ محمد بن عبدالرحمٰنؒ کوفی ، عبدالرحمٰن اوزاعیؒ شامی، امام داؤد بن علی اصفہانیؒ اور شعبیؒ وغیرہ۔

دوسرا طبقہ :

مجتہد فی المذہب (جس کو بعض حضرات نے مجتہد منتسب سے تعبیر کیا ہے) اس طبقہ کے فقہاء اپنے اپنے اماموں کے وضع کردہ قواعد پر مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ اصول و قواعد میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہوتا البتہ فروعات میں اپنے اجتہاد کی وجہ سے کسی کے مقلد نہیں ہوتے جیسے امام ابو یوسفؒ ، امام محمدؒ ، امام زفرؒ، حسن بن زیادؒ ، حماد بن ابی حنیفہؒ و دیگر اصحاب امام اعظم احناف میں سے 'ابن عبدالبر' ابو بکر بن العربی 'ابن القاسم اور اصبغ موالک میں سے 'ابن الصلاح 'ابن دقیق العید ' تقی الدین سبکی ' تاج الدین سبکی ' سراج بلقینی 'ابن زملکان مزنی اور ربیع شوافع میں سے (حنابلہ سے اس طبقہ میں کوئی نہیں گذرا)۔

تیسرا طبقہ :

مجتہد فی المسائل' اس طبقہ کے فقہاء کا منصب یہ ہے کہ جن مسائل میں صاحبِ مذہب سے کوئی روایت مروی نہ ہو ان کے احکام کو صاحبِ مذہب کے مقرر کردہ قواعد و ضوابط کے مطابق مستنبط کر کے بیان کرتے ہیں۔ پس یہ حضرات نہ اصول میں اپنے امام کی مخالفت کر سکتے ہیں' نہ فروع میں البتہ ان میں اصول کے استحضار کی وجہ سے مذکورہ استعداد ہوتی ہے جیسے امام احمد ابو جعفر طحاوی' ابو بکر احمد بن عمر خصاف' امام ابوالحسن کرخی' شمس الائمہ عبدالعزیز حلوائی' شمس الائمہ محمد سرخسی' فخر الاسلام علی بزدوی' فخر الدین حسن معروف بقاضی خان' صدر اجل برہان الدین محمد صاحب ذخیرہ و محیط برہانی' شیخ طاہر بن احمد صاحب خلاصہ و نصاب وغیرہ۔

چوتھا طبقہ :

اصحاب تخریج ان حضرات میں اجتہاد والی صلاحیت نہیں ہوتی البتہ اصول میں مہارت اور دلائل میں نظر غائر ہونے کی وجہ سے ان کا کام صرف مجمل قول کی تفصیل اور ذو وجہین قول کی تعیین ہوتی ہے جیسے ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی وغیرہ' کفوی نے ابن کمال پاشا رومی اور ابو السعود مفسر شماری کو اور صاحب بحر الرائق نے شیخ ابن الہمام صاحب فتح القدیر کو اس طبقہ میں شمار کیا ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ابن الہمام کو رتبہ اجتہاد حاصل تھا۔

پانچواں طبقہ :

اصحاب ترجیح' اس طبقہ کے فقہاء کی کارگزاری صرف یہ ہوتی ہے کہ صاحب مذہب سے مختلف روایات ہوں' ان میں سے کون افضل ہے اور کون مفضول؟ یہ حضرات دلائل کو سامنے رکھ کر اس کو بتاتے ہیں کقولھم ھذا اولیٰ ھذا اصح روایۃً' ھذا اوفق بالقیاس' ھذا اوفق بالناس وغیرہ جیسے

امام ابوالحسن احمد قدوری، شیخ الاسلام برہان الدین علی مرغینانیؒ صاحبِ ہدایہ وغیرہ۔

چھٹا طبقہ :

اصحاب تمیز، اس طبقہ کے فقہاء ظاہر مذہب، ظاہر الروایۃ، روایات نادرہ میں امتیازی اور قوی و ضعیف کو ممتاز کر لیتے ہیں اور بس جیسے شمس الائمہ کردریؒ، جمال الدین حصیری، حافظ الدین نسفی اور متون معتبرہ کے مصنفین صاحب وقایہ، صاحب کنز، صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہ۔

ساتواں طبقہ :

مقلدین محض، اس طبقہ کے لوگوں کو مذکورہ امور میں سے کسی بات پر قدرت نہیں ہوتی۔ بل یجمعون مایجدون، جو قول جہاں پاتے ہیں نقل کر دیتے ہیں اور جو پاتے ہیں جمع کر دیتے ہیں جیسے اندھیری رات میں لکڑیاں چننے والا کہ جو پاتا ہے سمیٹ لیتا ہے۔ ان کے اقوال پر اعتماد کر لینا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ فویل لھم ولمن قلدھم، ان کی خرابی اور جو ان کی تقلید کرے اس کی پوری بربادی ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب نے شیخ احمد بن حجر مکی شافعی کے رسالہ "سن انعارہ" سے نقل کیا ہے کہ امام نودی کی شرح مہذب میں ہے کہ مجتہد یا تو مستقل ہے یا منتسب، مجتہد مستقل کے شروط میں سے یہ ہے کہ اس کو فقہ نفس، سلامتی ذہن، ریاضت فکر، صحتِ تصرف، معرفتِ ادلہ و شروط ادلہ اور انضباط امہات مسائل حاصل ہو۔ ایسا مجتہد مستقل طویل عرصہ سے معدوم ہے۔ رہا مجتہد منتسب سو اسکی چار قسمیں ہیں۔

اول یہ کہ وہ نہ دلیل میں اپنے امام کا مقلد ہو نہ مذہب میں کیونکہ وہ خود موصوف بہ صفت اجتہاد مستقل ہے لیکن چونکہ وہ امام کے طریقہ اجتہاد سے موافقت رکھتا ہے اس لئے اس کی طرف منسوب ہے۔

دوم یہ کہ مجتہد مقید بمذہب ہو یعنی وہ اپنے امام کے اصول کی تقریر میں تو مستقل ہو لیکن اس کے ادلہ اصول و قواعد سے تجاوز نہ کر سکے۔ اس کے شروط میں سے یہ ہے کہ عالم اصول ہو' احکام کے تفصیلی ادلہ سے واقف ہو' مسالک و معانی قیاسات پر بصیرت رکھتا ہو' غیر منصوص علیہ قیاس کے استنباط میں پورا مشاق ہو۔ یہ مجتہد گو مستقل ہوتا ہے لیکن ایک گونہ تقلید سے خالی نہیں ہوتا بایں معنی کہ یہ اجتہاد مستقل کے بعض ادوات نحو و حدیث وغیرہ میں ناقص ہوتا ہے اور یہ ہمارے مجتہدین اصحاب الوجوہ کی صفت ہے۔

سوم یہ کہ وہ مجتہد بدرجہ اصحاب الوجوہ تو نہ ہو لیکن حافظ مذہب امام اور اس کی تقریر ادلہ پر قائم ہو اور تصویر و تحریر' تقریر و تمہید اور تزئیف و ترجیح کر سکتا ہو' یہ صفت ہمارے بہت سے اصحاب متاخرین کی ہے جو چوتھی صدی کے ختم تک گذرے ہیں اور انہوں نے مذہب کی تحریر و ترتیب کا کام کیا ہے۔

چہارم یہ کہ قائم بہ حفظ مذہب و نقلِ مسلک ہو اور امر مشکل کو سمجھ سکے لیکن وہ اس کی تقریر ادلہ و تحریر قیاسات میں ضعیف ہو ایسے شخص کا فتویٰ جو وہ کتب مذہب سے نقل کرے' معتبر ہے انتہیٰ ملخصاً۔

مولانا عبدالحق صاحب نے مقدمہ عمدة الرعايه اور سید امیر علی نے مقدمہ عين الهدايه میں علامہ کفوی سے فقہاء کی مذکورہ بالا طبقاتی تقسیم اور طرح سے نقل کی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں فاعلم انه ذكر الكفوي في طبقات الحنيفةان الفقهاء يعني من المشائخ المقلدين على خمس طبقات اه'

لیکن ان دونوں قولوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ کفوی نے دو قسموں کو بیان نہیں کیا۔ ایک پہلی قسم یعنی مجتہد مطلق اور ایک آخری قسم یعنی مقلد محض (عامی لوگوں کا سب سے آخری طبقہ) اگر دونوں کو ذکر کرتے تو ان کے یہاں بھی سات قسمیں ہو جاتیں۔ صاحب عین الہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ کل سات طبقات

ہوئے۔ ایک مجتہد مطلق، پھر پانچ وہ طبقے جو کفوی نے ذکر کئے۔ پھر ساتواں طبقہ جو ابن کمال پاشا نے زائد کیا ہے۔ ان میں سے اول و دوم و سوم طبقات تو اجتہاد کے ہیں اور باقی طبقات مقلدین کے ہیں یہاں تک کہ ساتواں طبقہ بالکل امتیاز نہ کر سکنے والے مقلدوں کا ہے۔

مولانا عبدالحی کا ابن کمال پاشا سے اختلاف رائے :

مندرجہ بالا تقسیم میں قاضی خانؒ کو تیسری قسم میں اور صاحبِ ہدایہ امام مرغینانیؒ کو پانچویں قسم میں شمار کیا گیا ہے لیکن مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ لکھتے ہیں کہ :

" مذکورہ تقسیم پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ صاحبِ ہدایہ علامہ مرغینانیؒ کسی طرح بھی قاضی خان سے کم نہیں ہیں۔ دلائل کی پرکھ اور مسائل کے استنباط میں صاحبِ ہدایہ واقعی کتنے بلند ہیں اس لئے وہ اجتہاد فی المذہب کے رتبہ کے زیادہ مستحق ہیں اور مجتہد فی المذہب میں ان کو شمار کرنا ہی قرین عقل ہے"۔

مولانا عبدالحیؒ نے صاحب ہدایہ کو دوسرے طبقہ مجتہدین فی المذہب یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ کی صف میں جگہ دی ہے لیکن یہ بات بہر حال محل نظر ہے۔ مفتی احمد بن کمال پاشا نے دوسرے طبقہ کے بارے میں لکھا ہے کہ :

" دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا ہے جیسے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور باقی تلامذہ ابو حنیفہؒ۔ یہ لوگ قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس سے ان اصول کی روشنی میں مسائل کا استنباط کرتے ہیں جو امام ابو حنیفہؒ نے مقرر کر دیئے ہیں۔ انہوں نے اگرچہ بعض فروعی مسائل میں امام اعظمؒ سے اختلاف کیا ہے لیکن بنیادی اصول میں وہ امام کی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح وہ امام شافعیؒ وغیرہ سے جدا ہو جاتے ہیں اس لئے کہ امام شافعیؒ اور ان کے دوسرے ائمہ امام اعظم ابو حنیفہؒ سے صرف اصول ہی میں نہیں بلکہ مسائل اور فروع میں بھی اختلاف رکھتے ہیں"۔

صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں :

علامہ مرغینانیؒ کی تصنیفات ہدایہ وغیرہ کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اصول وفروع دونوں میں اپنا استقلال ظاہر نہیں کیا اس لئے ان کو مجتہد فی المذہب کے طبقہ میں شمار کیا جانا درست نہیں' وہ تو مجتہد فی المسائل یعنی تیسرے طبقہ تک کی تصریحات کے پابند نظر آتے ہیں یہاں تک کہ وہ رائے جس میں دو پہلوؤں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ واضح نہ ہو یا ایسا مبہم حکم جس میں دو باتوں کا احتمال نکلتا ہو اس میں تفصیل و تعیین بھی (جو چوتھے طبقہ) یعنی اصحاب تخریج کی خصوصیت ہے صاحبِ ہدایہ خود نہیں کرتے بلکہ کذافی تخریج الکرخی اور کذافی تخریج الرازی وغیرہ جیسے الفاظ کے ذریعہ دوسروں ہی کی تخریجات نقل کردیتے ہیں۔ ان کے یہاں اوفق للقیاس و ہذا ارفق للناس کے الفاظ بکثرت ملتے ہیں جو اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ وہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں اور جن مسائل میں ائمہ اجتہاد یا اصحاب تخریج کی کئی روایتیں منقول ہیں صاحبِ ہدایہ ان میں سے کسی ایک رائے کی ترجیح واضح کردیتے ہیں اور کہیں کہیں وجوہ ترجیح کی طرف اشارہ بھی فرمادیتے ہیں۔ شیخ شہاب الدین ابن بہاؤالدین مرجانی (م ۱۳۰۶ھ قازان) اپنی کتاب (ناطورۃ الحق فی فریضۃ العشاء و ان لم یغب الشفق) میں لکھتے ہیں کہ :

" صاحبِ ہدایہ کا مقام قاضی خان سے فروتر نہیں' صاحب ہدایہ کی تو امام فخر الدین قاضی خاں وغیرہ نے بھی تعریف کی ہے اور یہ اقرار کیا ہے کہ وہ اپنے شیوخ اور ہم زمانہ لوگوں پر تفوق اور امتیاز رکھتے تھے اس لئے صاحبِ ہدایہ کو قاضی خان کے مقابلہ میں فروتر حیثیت (پانچویں طبقہ میں) دینا صحیح نہیں اس لئے کہ اجتہاد' اس کے اصول اور طریقہ کار کے معاملہ میں صاحبِ ہدایہ قاضی خاں سے بڑھ کر ہیں۔ (حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی ص ۹۲'

للکوثری مطبوعہ قاہرہ ۱۳۶۸ھ)

علامہ طاش کبریٰ زادہ کی شہادت:

لیکن شیخ مرجانیؒ کی اس گفتگو سے صرف اتنا واضح ہوتا ہے کہ قاضی خان کو تیسرے طبقہ میں شمار کرنا ہی اصل میں محل نزاع ہے۔ اس موقع پر ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ فقہائے احناف نے چوتھی صدی ہجری کے بعد کیا اجتہاد فی الشرع یا اجتہاد فی المذہب کا طریقہ اختیار کیا تھا یا یہ کہ انہوں نے صرف اپنے ائمہ کے اصول و فروع کے مطابق تخریج اور ترجیح ہی کی راہ اختیار کی تھی۔ علامہ طاش کبریٰ زادہ (م ۹۶۴ھ) اپنی کتاب مفتاح السعادہ میں لکھتے ہیں کہ :

" قدیم فقہا جو دوسری اور چوتھی صدی ہجری کے درمیان ہوئے ان میں اجتہاد اور ترجیح کا پہلو غالب ہے اور متاخر فقہاء جو چوتھی صدی ہجری کے بعد ہوئے ان میں صرف ترجیح ہی کو وصف غالب کی حیثیت حاصل ہے"۔

(کشف الظنون نمبر ۱۲۸۳، عنوان علم الفقہ)

اس لئے چوتھے اور پانچویں طبقے میں شمار کئے جانے والے اکابر فقہاء بھی اگرچہ کبھی اجتہاد فی المسائل بھی کرتے رہے ہوں مگر ان پر تخریج اور ترجیح کا فقہی رنگ ہی غالب اور نمایاں تھا۔ جس طرح کہ وہ لوگ جن کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا گیا ہے انکا بھی وصف غالب یہی ہے اس لئے ان تینوں طبقات کی تقسیم یا ان میں فرقِ مراتب کی ضرورت نہ تھی، تینوں کو بآسانی مجتہدین فی المسائل کے طبقہ سوم میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

تلامذہ و مستفیدین:

قرشی نے لکھا ہے کہ علامہ مرغینانیؒ کے ذریعہ ماوراء النہر (جس کا ایک صوبہ فرغانہ بھی تھا) میں حنفی فقہ کی نشر و اشاعت ہوئی اور کثیر تعداد نے ان سے استفادہ اور ان کی تعلیم و تدریس کے ذریعہ کمال پیدا کیا۔

(کشف الظنون نمبر ۱۲۸۳، عنوان علم الفقہ)

ہم یہاں چند حضرات کے نام درج کرتے ہیں:

۱۔ شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری۔ (الجواہر ج ۲'ص ۸۲)

۲۔ شیخ جلال الدین محمود بن الحسین سترد شنی (جو القول الاسترد شنبہ کے مؤلف مفتی محمد کے والد گرامی ہیں۔(الفوائد البہیۃ'ص ۵۷)

۳۔ القاضی الامام عمر بن محمود بن محمد۔ (الجواہر جلد ۲'ص ۳۹۹)

۴۔ قاضی القضاۃ محمد بن علی بن عثمان سمرقندی۔ (الجواہر جلد ۲'ص ۹۴)

۵۔ امام الفضائل فخر الدین امجد ین نصر دہستانی۔(الجواہر جلد ۲'ص ۱۵۱)

۶۔ برہان الاسلام زرنوجی مولف تعلیم المتعلم۔(الفوائد ص ۱۵۷'الجواہر جلد ۲'ص ۳۸۴)

ان تلامذہ میں علامہ مرغینانی ؒ کے صاحبزادے بھی ہیں جن کا آئندہ ذکر کیا جارہا ہے۔

اولاد و احفاد:

۱۔ شیخ الاسلام نظام الدین ابو حفص عمر بن علی 'اپنے والد گرامی سے تعلیم حاصل کی۔ فقہ میں خاص طور پر کمال حاصل کیا اور افتاء کے منصب پر فائز ہوئے۔(کشف الظنون نمبر ۱۲۸۳'عنوان علم الفقہ)جواہر الفقہ اور الفوائد ان ہی کی تالیفات ہیں۔

۲۔ ابو حفص محمد بن علی الملقب بہ عماد الدین یہ بھی اپنے والد سے مستفید ہوئے اور فقہ میں امتیاز پیدا کیا۔ ان کو بھی شیخ الاسلام کا رتبہ حاصل تھا۔ کتاب ادب القاضی ان ہی کی تصنیف ہے۔

شیخ عبدالقادر قرشی کی تصریح کے مطابق علامہ مرغینانی ؒ کے دو صاحبزادے تھے لیکن مولانا فرنگی محلی نے ازراہِ سہو تیسرے صاحبزادے کا بھی ذکر کیا ہے اور ان کا نام اس طرح لکھا ہے ابو الفتح جلال الدین محمد 'لیکن محمد تو ان ہی

صاحبزادہ کا نام ہے جو عماد الدین کے لقب سے معروف تھے۔ شیخ قاسم بن قطلوبغا نے تاج التراجم ص ۱۳۷ میں ابو الفتح بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغینانی السمرقندی کا ذکر کیا ہے لیکن جیسا کہ ان کے نسب نامہ ہی سے ظاہر ہے کہ وہ صاحبزادہ نہ تھے بلکہ صاحبِ ہدایہ کے برادر تھے جن کا انتقال ۶۴۱ھ میں ہوا ہے۔

شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی کے پوتے یعنی شیخ عماد الدین محمد بن علی مرغینانی کے صاحبزادہ زین الدین عبد الرحیم فقہ میں بڑی ممتاز حیثیت اور شہرت کے مالک تھے۔ انہوں نے "الفصول العمادیہ" جیسی مشہور کتاب لکھی جس کی تکمیل شعبان ۶۵۱ھ سمرقند میں ہوئی۔ ان کی بھی کنیت ابو الفتح تھی۔

تیمور لنگ نے جب سمرقند پر قبضہ کیا تو اس وقت مولانا عبد المالک ایک معروف فقیہ بھی حیات تھے، ان کے بارہ میں ابن عرب شاہ اپنی کتاب عجائب المقدور (مطبوعہ ۱۲۶۸ھ) میں لکھتا ہے کہ :

" وہ مؤلف ہدایہ کی نسل سے ہیں۔ ایک ہی وقت میں درس بھی دیتے، شطرنج اور نرد کے بارے میں بتلاتے رہتے اور اشعار بھی موزوں کرتے جاتے "۔

ان کے بعد انہی کے برادر عم زاد خواجہ عبد الاول درس تعلیم کی مسند پر پورے ماوراء النہر میں صدر نشین کی حیثیت رکھتے تھے اور جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو مولانا عبد المالک کے صاحبزادہ مولانا عصام الدین ماوراء النہر میں درس و تعلیم کے سب سے بڑے اور آخری مرجع کی حیثیت سے مشہور و ممتاز اور عجائب المقدور کی تالیف کے وقت حیات تھے۔

انتقال اور تدفین :

شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانیؒ کا زیادہ تر قیام سمرقند میں رہا اور بالآخر انہوں نے تعلیم و تدریس، افتاء و ارشاد، تصنیف و تالیف اور ذکر و عبادت میں مصروف زندگی گزارنے کے بعد ۵۹۳ھ میں سمرقند ہی میں انتقال فرمایا جبکہ سہ

شنبہ کی شب اور ذی الحجہ کی ۱۴ تاریخ تھی۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ تاریخ وفات ۵۹۶ھ ہے مگر تاریخی اعتبار سے پہلی روایت صحیح ہے۔

سمرقند کے شہر ماکردین میں تربۃ المحمدین قبرستان میں چار سو سے زیادہ صاحبِ تصنیف و افتاء اور اہل علم مدفون تھے جن کا نام "محمد" تھا اور ان سے لوگوں نے بڑی تعداد میں استفادہ کیا تھا۔

علامہ مرغینانیؒ کو اسی قبرستان میں دفن کرنے کی کوشش کی گئی مگر چونکہ وہاں دفن کرنے کے لئے نام والی شرط پوری نہ ہوتی تھی اس لئے قبرستان کے ذمہ داروں نے وہاں تدفین کی اجازت نہ دی چنانچہ علامہ مرغینانیؒ کو اس کے قریب ہی دفن کیا گیا۔ (الجواہر المضیہ ج ۱، ص ۴)

بعض اہل علم نے مجتہد مسائل سے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

(اصول فقہ اور شاہ ولی اللہؒ)

تصانیف :

علامہ مرغینانیؒ کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے لیکن ان کی وہ ایک کتاب جس کی تلخیص ہدایہ کی صورت میں آج ہمارے پاس ہے، کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے بہت سی کتابوں پر بھاری ہے۔ میری مراد ان کی ابتدائی تصنیف کفایۃ المنتہی سے ہے۔ مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے ان کی جن تصنیفات کی نشاندہی کی ہے ان کی تعداد گیارہ سے تجاوز نہیں کرتی اور وہ سب کی سب فقہ کے موضوع سے متعلق ہیں۔

۱۔ ہدایۃ المبتدی : اس کتاب میں قدوریؒ اور امام محمدؒ کی جامع صغیر کے مسائل کو جمع کیا اور ان میں بعض ضروری احکام و مسائل کا اضافہ کیا۔ تبریک کے طور پر کتاب کے مضامین کی ترتیب وہی رکھی جو امام محمدؒ نے جامع صغیر میں رکھی تھی۔ اس کتاب میں اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا کہ اگر اللہ کی توفیق شامل حال ہوئی تو

میں اس کی شرح کروں گا اور اس شرح کا نام "کفایۃ المنتہی" ہوگا۔

۲۔ کفایۃ المنتہی : "ہدایۃ المبتدی" کے نام سے ایک جامع متن کی تصنیف کے بعد اپنے ارادہ اور وعدہ کے مطابق اس کی بسیط شرح لکھی جسے کفایۃ المنتہی کے نام سے موسوم کیا۔ تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ کتاب اسی (۸۰) جلدوں یا اسی اجزاء پر مشتمل تھی لیکن اس کا مسودہ زیادہ دیر اہل علم و فضل کے احاطہ میں نہ رہ سکا اور بعد میں آنے والوں کے لئے اس کے صرف حوالے ہی رہ گئے۔ اسی عظیم اور ضخیم الشان شرح کی تلخیص "ہدایہ" ہے۔

۳۔ نشر المذاہب

۴۔ مجموع النوازل : بعض مولفین نے اس کا نام مختارات النوازل لکھا ہے۔

۵۔ مختار الفتاویٰ : بعض علماء کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ مجموع النوازل اور مختار الفتاویٰ دونوں ایک ہی کتاب ہیں۔ ایسا نہیں ہے' یہ دونوں دو مختلف کتابیں ہیں۔
(الاعلام جلد ۲ ' ص ۲۶۶)

۶۔ منتقی الفروع : صاحب کشف الظنون نے اس کا نام منتقی المرفوع لکھا ہے۔ (جلد ۲ ' ک ۱۸۵۲)

۷۔ کتاب الفرائض : یہ کتاب اصول میراث اور احکام میراث پر مشتمل ہے۔ مرغینانیؒ نے اس کا نام پہلے "فرائض العثمانی" تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کی صورتحال یہ ہے کہ مرغینانی سے پہلے ایک فقیہ اور عالم شیخ عثمانی کے نام سے گزرے' انہوں نے میراث کے موضوع پر یہ کتاب لکھی۔ مرغینانی کی نظر سے یہ کتاب گزری انہوں نے محسوس کیا کہ میراث کے موضوع پر اس میں درج مسائل تشنہ اور ناکافی ہیں۔ انہوں نے اس میں مفید اور ضروری اضافے کئے اور بنیادی طور پر کتاب کیوں کہ شیخ عثمانی کی تھی اس لئے انہی کے نام سے موسوم کر دی۔

کتاب الفرائض یا فرائض العثمانی کی مختلف اہل علم نے شرحیں لکھیں۔ ان

میں معروف شرح شیخ منہاج الدین ابراہیم بن سلیمان السرامی کی ہے۔
(کشف الظنون، ک ۱۲۵۰۔۱۲۵۱)

۸۔ التجنیس والمزید : اس کتاب میں متاخرین فقہاء کے وہ فقہی استنباطات اور اجتہادات جمع کئے ہیں جو فقہائے متقدمین نے بیان نہیں کئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ کتاب مرغینانی کے استاد حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ کی فقہی تحقیقات کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ (کشف الظنون ج ۲، ک ۳۵۳)

۹۔ مناسک الحج

۱۰۔ شرح الجامع الکبیر : امام محمد بن حسن شیبانی نے سیر کے موضوع پر جامع کبیر کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی یہ اس کی شرح ہے۔ (کشف الظنون)

۱۱۔ الہدایہ : مرغینانی کی تمام تصانیف میں جو مقام اور رتبہ ہدایہ کو ملا وہ کسی دوسری تصنیف کو نہ مل سکا جیسا کہ سابقہ سطور میں ذکر کیا گیا کہ مرغینانی نے پہلے "ہدایۃ المبتدی" کے نام سے ایک کتاب لکھی اس کے بعد اس کی مفصل شرح لکھی جو اسی (۸۰) اجزاء پر مشتمل تھی، اس کا نام "کفایۃ المنتھی" رکھا۔ کفایۃ المنتھی کی تکمیل کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ اتنی ضخیم کتاب کا مطالعہ اور اس سے استفادہ اہل علم کے لئے دشواری کا سبب ہوگا اس کی ایسی تلخیص کی جائے کہ اہم اور ضروری مسائل کا احاطہ بھی ہو جائے اور اس کی تعلیم و تعلم بھی آسان ہو۔

چنانچہ انہوں نے اسی (۸۰) اجزاء پر مشتمل مضامین کو چار مناسب جلدوں میں مدون کیا لیکن چار جلدوں میں ہونے کے باوجود ٹھوس، جامع اور مختصر متن کی طرح اس کی ایک ایک سطر اور ایک ایک جملہ تفصیل اور وضاحت کا محتاج ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب اسی جلدوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہوگی اس کی عبارت انتہائی جامع ہوگی اور کم الفاظ اور مختلف جملوں میں معانی و مطالب کا سمندر موجزن ہوگا۔

ہدایہ ' خصوصیت و اہمیت ' فقہی مقام و جامعیت

اسلوب بیان ' فضل و امتیاز ' اصطلاحات

اور بعض محاسات

علوم و فنون کی تاریخ میں یہ بات کم دیکھنے میں آئی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کسی کتاب کی اہمیت و افادیت میں اضافہ ہوتا رہے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اچھی سے اچھی کتاب کی بھی ایک مدت ہوتی ہے 'ایک خاص وقت اور مدت گزرنے کے بعد کتاب کی اہمیت و افادیت کم ہو جاتی ہے لیکن ہدایہ کی صورت حال بالکل مختلف ہے۔ یہ کتاب چھٹی صدی ہجری میں لکھی گئی اور اب آٹھ صدیوں کی طویل مدت گزرنے کے بعد نہ اس کی اہمیت میں کوئی کمی آئی اور نہ لوگ اس کی ضرورت سے بے نیاز ہوئے بلکہ گذشتہ نصف صدی میں اس کی ضرورت میں اضافہ ہوا ہے بالخصوص ان مسلم ممالک میں جہاں نفاذِ اسلام اور احیاء اسلام کا عمل جاری ہے۔ ہمارے اپنے ملک (پاکستان) میں ہدایہ سے جتنی مدد لی جارہی ہے وہ علمی اور بطور خاص فقہی لٹریچر میں ہدایہ کا مقام متعین کرنے کے لئے ایک بہترین پیمانہ ہے۔ علمائے فقہ اور ماہرین قانون کے نزدیک ہدایہ کے ماخذ و مصدر بننے کی ایک بنیادی وجہ ہمارے ملک میں یہ بھی ہے کہ یہ مذاہب فقہ میں مذہب حنفی کی نمائندگی کرتی ہے اور ہمارے ملک کی اکثریت حنفی المسلک ہے۔

ایک امتیازی خصوصیت :

ہدایہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت کا میں بطور خاص ذکر کروں گا اور وہ یہ کہ اکثر علمی اور فنی کتابوں میں صورتحال یہ ہوتی ہے کہ ان کا ابتدائی حصہ زیادہ مشکل ہوتا ہے، مسائل پر تفصیلی بحثیں بھی ابتدائی حصے میں زیادہ ہوتی ہیں، زبان اور اسلوب بیان پر بھی ابتداء میں زیادہ زور ہوتا ہے۔ بعض مصنفین تو ایسا دانستہ طور پر کرتے ہیں کہ قاری کتاب کا ابتدائی حصہ ضرور پڑھتا ہے اور اگر پوری کتاب پڑھتا ہے تو ابتدائی صفحات اور مباحث کو زیادہ توجہ کے ساتھ پڑھتا ہے اور یہ طبعی امر ہے کہ ابتدائی صفحات پڑھ کر قاری کے ذہن پر کتاب کے بارے میں جو نقوش اور تاثرات ثبت ہوتے ہیں وہ آخر تک قائم رہتے ہیں۔ مصنف اس حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے اور اپنی اس آگہی کا وہ پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔

بعض مصنف غیر شعوری طور پر ایسا کرتے ہیں، وہ جب کتاب لکھنے بیٹھتے ہیں تو ان کے ذہن میں بہت کچھ ہوتا ہے، ابتداء میں وہ بہت پر عزم ہوتے ہیں اور اس کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہوتا ہے کہ جو زور بیان ابتداء میں ہوتا ہے وہ آگے چل کر باقی نہیں رہتا اور آہستہ آہستہ ان کا قلم دھیما ہوتا چلا جاتا ہے اور کتاب کا ایک تہائی حصہ پڑھ لینے کے بعد قاری کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ چڑھائی ختم ہو گئی اور اب وہ کسی ڈھلان پر ہے اور اوپر سے نیچے کی طرف جا رہا ہے۔

ہدایہ میں گو فقہ کے تمام مسائل نہیں ہیں اور ان مختصر جلدوں میں فقہ جیسے بحر ذخار علم کا سمانا مشکل کیا، ہے بھی ناممکن لیکن دماغ کی جتنی ورزشیں ہیں اس کی عجیب و غریب سہل ممتنع عبارتوں سے ہو جاتی ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس مقصد کے لئے ہدایہ سے بہتر کتاب مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ ہدایہ پڑھنے والے فکری کجی اور فکری غلط روی کے شکار نہیں ہو سکتے۔ خود صحیح سوچنے اور دوسرے کے کلام کا صحیح مطلب سمجھنے کا جتنا اچھا سلیقہ یہ کتاب پیدا کرتی ہے عام کتابوں میں اس کی

نظیر مشکل سے ملتی ہے۔

احقر گذشتہ سات آٹھ سال سے دار العلوم حقانیہ میں ہدایہ پڑھا رہا ہے تو لازماً شروح و حواشی کا مطالعہ بھی رہتا ہے۔ اس دوران احقر نے یہ بات شدت سے محسوس کی کہ ہدایہ کا معاملہ عام کتابوں کے بالکل بر عکس ہے۔ کتاب جتنا آگے بڑھتی ہے مضمون، عبارت اور اسلوب بیان اتنا ہی مشکل ہوتا چلا جاتا ہے۔ آخری دو جلدیں پہلی دونوں کی نسبت زیادہ توجہ اور محنت طلب ہیں۔

احقر نے اپنا یہ تاثر اور تجربہ بعض اکابر اساتذہ سے بھی بیان کیا تو انہوں نے اس کی توثیق کی اور فرمایا کہ ہدایہ اس خصوصیت میں منفرد ہے کہ مضمون جتنا آگے بڑھتا ہے ہر لحاظ سے اتنا ہی دقیق اور مشکل ہوتا جاتا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ارشاد:

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے:

" چاروں فقہی مسالک میں فقہاء نے بہت کتابیں لکھیں اور ان میں بعض مضامین اور اسلوب بیان کے اعتبار سے بہت بلند مرتبہ ہیں لیکن ہدایہ جیسی کوئی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ حسن ترتیب اور حسن بیان دونوں کے اعتبار سے ہدایہ بے مثال کتاب ہے۔ اگر کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ فتح القدیر جیسی کتاب لکھ دو تو مجھے امید ہے کہ میں لکھ سکوں گا لیکن اگر کوئی ہدایہ جیسی کتاب لکھنے کے لئے کہے تو شاید میں چند سطریں بھی نہ لکھ سکوں"۔ (نصب الرایہ ج ۲، ص ۱۴)

مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں کہ حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے کہ "الحمد للہ! میں ہر کتاب کے مخصوص طرز پر کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہوں لیکن چار کتابیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ قرآن عزیز، بخاری شریف، مثنوی شریف اور ہدایہ"۔ علامہ کشمیریؒ کی علمی جلالت شان سے جو واقف ہیں وہ ان کے اس قول کے وزن کو محسوس کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبِ ہدایہ کی وفات پر آٹھ صدیاں

گزرنے کو ہیں مگر ہدایہ آج بھی اس طرح نصاب میں باقی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ جن مقاصد کے پیش نظر یہ کتاب نصاب میں داخل کی گئی ہے فقہ حنفی میں کوئی دوسری کتاب اب تک ایسی تصنیف ہی نہیں ہوئی جو اس کی قائم مقامی کر سکے۔

فضل و تقدم :

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ جس طرح علامہ مرغینانیؒ حنفی عالم کی علمی کاوش ہدایہ اور کفایہ کے نام سے ہے اسی طرح حنابلہ میں ابو الخطاب کی "ہدایہ" اور شوافع میں سے شیخ نجم الدین بن الرفعہ کی "کفایہ" بھی انہی ناموں سے مشہور ہیں اس سے ہدایہ کی عظمت اور فضل و تقدم پر روشنی پڑتی ہے۔

طرز تحریر :

حضرت العلامہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے سراج الہدایہ کے آغاز میں ہدایہ کے بارے میں یہ کلمات تحریر کئے، ان کا یہ جملہ ہدایہ کی ایک منفرد خصوصیت کی نشاندہی کر رہا ہے : " دریا کی ظاہری سطح پر تیرنے سے موتی ہاتھ نہیں آتے۔ موتی اس کے ہاتھ لگتے ہیں جو دریا کی گہرائی تک غوطہ لگانے کی قدرت رکھتا ہو ان جیسے راسخین فی العلم میں سے شیخ مرغینانی رحمہ اللہ بھی ہیں جنہوں نے شرائع اسلام یعنی احکام شرعیہ کی تحقیق و تدقیق پر "ہدایہ" کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی جو احکام شرعیہ کی تحقیق و تدقیق اور علم کی گہرائی میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ ہر مسئلہ پر ائمہ اربعہ کے اقوال اور ہر قول کی ایک ایک دلیل نقلی اور ایک ایک دلیل عقلی بیان کی۔ پھر آخر میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مسلک کی ایک دلیل نقلی اور ایک دلیل عقلی بیان کرنے کے بعد ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی ہر دلیل نقلی اور دلیل عقلی کا جواب دیا۔ اس طرح بسا اوقات تین اماموں کی چھ دلیلیں اور ان کے چھ جواب مل کر بارہ ہو جاتے ہیں اور دو دلیلیں ابو حنیفہؒ کی اور ایک وجہ ترجیح سب ملکر پندرہ دلائل کا ذخیرہ چند سطروں میں سامنے آجاتا ہے اور قاری پر حیرت و استعجاب کا

عالم طاری ہو جاتا ہے"۔

طرزِ تالیف :

تالیف ہدایہ کے بارے میں خود مصنف رحمہ اللہ کتاب کے مقدمہ میں یوں وضاحت کرتے ہیں :

" حقیقت یہ ہے کہ ہدایۃ المبتدی کے دیباچہ میں 'میں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ اس کی شرح کروں گا جس کا نام کفایۃ المنتہی ہو گا۔ چنانچہ اس کی شرح کر رہا ہوں۔ وعدہ میں گنجائش اور وسعت ہوتی ہے اور جبکہ میں فراغت کے قریب پہنچا ہوں تو میں نے محسوس کیا ہے کہ اس میں کلام بہت طویل ہو گیا ہے' مجھے اندیشہ ہے کہ طول کلام کی وجہ سے اصل کتاب "ہدایہ" ہی نہ چھوٹ جائے اس لئے مجھے دوسری شرح کی طرف اپنی توجہ منعطف کرنا پڑی جس کا نام ہدایہ رکھا اس میں اللہ کی توفیق سے عمدہ روایات اور ٹھوس عقلی دلائل جمع کر رہا ہوں اس کے ہر باب میں زوائد کو ترک کرنے کا ارادہ ہے اور طول بیان سے احتزار کی نیت ہے لیکن بایں ہمہ وہ ایسے اصول پر مشتمل ہو گی جن پر فروع متفرع ہو سکیں۔ (مقدمہ الہدایہ)

اسلوب بیان :

خصوصیت ہدایہ کے ضمن میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ چاروں فقہی مسالک کی جو نمائندہ کتب لکھی گئیں اول تو ان میں صرف اپنے مسلک کا بیان اس کی وضاحت اور دلائل ہیں' دوسرے فقہی مسالک ان میں ذکر نہیں کئے گئے اور اگر ذکر کئے گئے ہیں تو دوسرے مسالک کے دلائل پیش نہیں کئے گئے مثلاً فقہ مالکی میں ابن رشد قرطبی (م ۵۹۵ھ) کی بدایۃ المجتہد' یہ کتاب اصلاً فقہ مالکی کی نمائندگی کرتی ہے۔ مالکی مسلک کی اہم اور بنیادی کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے اور بلاشبہ ایک بلند مرتبہ کتاب ہے۔ اس کے مصنف صاحبِ ہدایہ کے ہم عصر ہیں۔ ان کا سال وفات ۵۹۳ھ اور ابن رشد کا ۵۹۵ھ ہے۔ ابن رشد بھی مالکی مسلک کے علاوہ امام ابو حنیفہ'

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی آراء اور ان کا نقطہ نظر بھی بعض مسائل میں بیان کرتے ہیں بلحہ مالکی مسلک اور باقی تین مسلمہ فقہی مسالک کے علاوہ بعض ایسے فقہاء کے اقوال و آراء بھی نقل کرتے ہیں جن کی طرف کوئی مسلک منسوب نہیں یا جنھوں نے کسی فقہی مسلک کی بنیاد نہیں رکھی لیکن صاحبِ ہدایہ کی طرح ان مسالک اور ائمہ کے دلائل اور پھر جواب دلائل بیان نہیں کرتے۔

طرز استدلال میں انفرادیت :

ایسی ہی ایک اور کتاب ابن قدامہ مقدسی (م ۶۲۰ھ) کی المغنی بھی ہے۔ یہ فقہ حنبلی کی نمائندگی کرتی ہے لیکن بعض مسائل میں نہ صرف باقی تین فقہی مسالک کا نقطہ نظر بھی بیان کرتی ہے بلحہ دوسرے غیر صاحب مسلک فقہاء کی آراء اور ان کے اقوال و فتاویٰ کا بھی اس میں خاصا ذخیرہ مل جاتا ہے لیکن ہدایہ کا اسلوب اور طرز استدلال ان دونوں کتابوں میں سے کسی میں بھی نہیں پایا جاتا۔ اپنے علاوہ دوسرے مسالک کا نقطہ نظر ان کے دلائل کے ساتھ پیش کرنا اور پھر ان دلائل کا جواب دینا یہ صرف ہدایہ کی خصوصیت و انفرادیت ہے۔

جامعیت :

ہدایہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں فرد کی زندگی کا بھی احاطہ ہے اور جماعت کی زندگی کا بھی۔ ایک فرد کی حیثیت سے مسلمان کو جتنے مسائل سے واسطہ پڑتا ہے ان سب کی تفصیل اس میں موجود ہے مثلاً عبادات، نکاح، طلاق، خلع، دیگر معاشرتی مسائل، خرید و فروخت، حوالہ، کفالہ، رہن، شفعہ وغیرہ اور اجتماعی مسائل میں حدود، تعزیرات، دیت، قصاص، جہاد، عدالتی نظام، سیاسی و انتظامی امور، مضاربت اور مشارکت وغیرہ جیسے بنیادی مسائل کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے۔

دو شعر :

ہدایہ کی انہی خصوصیات کی بناء پر صاحبِ کشف الظنون نے ہدایہ کی مدح

میں جو دو شعر نقل کئے ہیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

ان الهدايه كاالقرآن قد نسخت
ما صنفوا قبلها فی الشرع من كتب
فاحفظ قواعدها واسلك مسالكها
يسلم مقالك من زيغ و من كذب

(کشف الظنون ج ۲ ، ص ۲۰۳۴)

یعنی جس طرح قرآن کریم نے پچھلی تمام آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیا اسی طرح ہدایہ بھی ان تمام فقہی کتب پر غالب آگئی جو اس سے پہلے لکھی جاچکی ہیں۔ اس کے اصول و قواعد کو یاد کر لیجئے اور اس کے طریقہ کو اپنا لیجئے تو آپ کی گفتگو کجی اور جھوٹ سے محفوظ و مامون ہو جائے گی۔

صاحب ہدایہ کے فرزند ارجمند جناب عماد الدین ہدایہ کے متعلق فرماتے ہیں ------

كتاب الهداية يهدى الهدىٰ   الىٰ حافظية و يجلو العمٰى
فلازمه و احفظه يا ذالحجىٰ   فمن ناله نال اقصى المنى

(مقدمہ الہدایہ)

کتاب "ہدایہ" اس کے یاد کرنے والے کو راستہ دکھاتی ہے اور اندھے پن کو بصیرت میں بدلتی ہے۔ پس اے عقلمند اسے مضبوطی سے پکڑ اور یاد کر اس لئے کہ جس نے اسے پالیا گویا اس کی سب سے بڑی تمنا پوری ہو گئی۔

ہدایہ کے اصطلاحات اور رموز و اشارات

جیساکہ ابتداء میں عرض کیا گیا تھا کہ ہدایہ 'صاحبِ ہدایہ کی ایک دوسری تصنیف " کفایۃ المنتہی " کی تلخیص ہے اور تلخیص ظاہر ہے کہ تفصیل کی بہ نسبت زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ہدایہ جس موضوع سے متعلق ہے وہ ایک مشکل موضوع ہے۔ موضوع کی وسعت اور پیچید گی نے اسے ایک فنی کتاب کا درجہ دے دیا ہے۔ ایسی کتاب کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پڑھنے والا اس کے اسلوب بیان اور طرز ادا سے پوری طرح واقف ہو۔ اس نے کتاب میں جو اصطلاحات اور رموز واشارات استعمال کئے ان کو بخوبی سمجھتا ہو۔

ہدایہ کے اصطلاحات :

اس حقیقت کے پیش نظر ان تمام اصطلاحات اور رموز و اشارات کی وضاحت کی جاتی ہے جو مصنف نے ہدایہ میں اختیار کی ہیں۔ ان اصطلاحات اور اشارات کو اہل علم و فضل اور شارحین ہدایہ نے "عادات صاحبِ ہدایہ " سے بھی تعبیر کیا ہے۔ بعض عادات اکثری اور بعض استمراری ہیں۔

۱۔ قال۔ ہدایہ میں متن کے طور پر جو عبارتیں دی گئی ہیں اور خط کشیدہ ہیں وہ یا توامام محمد بن حسن شیبانی کی جامع صغیر کی عبارت ہے یا مختصر القدوری کی۔ قال کے ذریعے شیخ مرغینانی ؒ اس کو ممتاز کرتے ہیں۔ اکثر مقامات پر شارحین ہدایہ نے بین

السطور نشاندہی کر دی ہے کہ قال سے قدوری کی عبارت مراد ہے یا جامع صغیر کی۔

بعض مقامات پر قال رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں اس سے خود مصنف مراد ہوتے ہیں۔ شارحین ہدایہ کا کہنا ہے کہ صاحبِ ہدایہ نے جس جگہ اپنی کوئی خاص رائے اور تحقیق بیان کی وہاں اصل عنوان تھا قال العبد الضعیف (بندہ ناچیز کہتا ہے) لیکن مصنف کے انتقال کے بعد ان کے تلامذہ نے کتاب کی املا کرتے وقت ان تمام مواقع پر رضی اللہ عنہ لکھ دیا۔ سلف صالحین کی یہ عادت تھی کہ وہ تواضع اور کسر نفسی کے سبب اقول (میں کہتا ہوں) لکھنا اور کہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ انما یذکر نفسه المتکلم تحرزاً عن توهم الانانية ۔

۲۔ مشائخنا ۔ یعنی ہمارے مشائخ، ہمارے بڑے، ہمارے اساتذہ جس مقام پر صاحبِ ہدایہ نے مشائخنا کہا ہے وہاں اس سے ان کی مراد بخارا، سمرقند اور ماوراء النہر کے مشائخ ہوتے ہیں۔ بعض شارحین نے لکھا کہ وہ اس سے صرف علمائے احناف مراد لیتے ہیں۔

۳۔ فی دیارنا ۔ ہمارے علاقے میں، ہمارے شہروں میں۔ اس سے سمرقند اور بخارا اور شہرہائے وراء النہر کے علاقے مراد ہوتے ہیں۔

۴۔ کتاب ۔ بعض شارحین کا کہنا ہے کہ لفظ کتاب سے مختصر القدوری مراد لیتے ہیں اور جہاں الکتاب کہتے ہیں وہاں اس سے عام طور پر امام محمد کی جامع صغیر مراد ہوتی ہے۔ صاحب کشف الظنون کہتے ہیں کہ الکتاب سے بھی متن قدوری ہی مراد ہوتا ہے۔ بعض شارحین کا کہنا ہے کہ الکتاب سے بعض مقامات پر خود صاحبِ ہدایہ کا متن مراد ہوتا ہے۔ شارحین ہدایہ نے یہ بھی وضاحت کی کہ جس خط کشیدہ عبارت (متن) سے پہلے مرغینانیؒ قال نہیں لکھتے وہ عبارت نہ مختصر القدوری کی ہوتی ہے اور نہ جامع صغیر کی۔ المختصر کا مدلول امام محمدؒ کی "المبسوط" ہوتی ہے۔

۵۔ الاصل ۔ کسی مسئلہ اور عبارت کے بیان میں جہاں الاصل لکھ کر حوالہ

دیتے ہیں اس سے امام محمد بن حسن کی کتاب المبسوط مراد ہوتی ہے۔

(شرح حمید الدین)

۶۔ عند فلان۔ (فلاں کے نزدیک) اس سے کسی فقیہ یا امام کا مسلک اور ان کی رائے بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۷۔ عن فلان۔ (فلاں سے) اس تعبیر سے کسی کی روایت اور قول کو نقل کرنا مقصود ہوتا ہے یعنی یہ بات فلاں عالم یا فقیہ سے پہنچی ہے۔ بعض شارحین کہتے ہیں کہ عن فلان کی اصطلاح ظاہر الروایۃ کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال ہوتی ہے اور عند کا لفظ فقہی مسلک پر دلالت کرتا ہے۔

۸۔ بماتلونا۔ صاحبِ ہدایہ جب کسی مسئلہ کے استدلال میں بیان کردہ آیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو یہ عنوان اختیار کرتے ہیں بماتلون۔ اس دلیل کے پیش نظر جس کو ہم نے تلاوت کیا۔

۹۔ بماروینا۔ اور اگر بیان کردہ حدیث کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے تو بماروینا کہتے ہیں یعنی اس بناء پر جو ہم نے روایت کیا۔

۱۰۔ بما ذکرنا۔ صاحبِ ہدایہ جب کسی عقلی دلیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو اس کے لئے بما ذکرنا کا لفظ لاتے ہیں یعنی جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔ "لمابیّنّا" سے بھی عقلی دلیل مراد ہوتی ہے اور کبھی کبھی کتاب و سنت اور معقول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھی "لما بینّا" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

(نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار)

۱۱۔ خبر' اثر۔ لفظ خبر سے حدیث مراد لیتے ہیں اور لفظ اثر سے بسا اوقات صحابی کا قول مراد ہوتا ہے اور بعض مرتبہ خبر اور لفظ اثر حدیث مرفوع کے لئے استعمال کرتے ہیں اور بعض اوقات خبر اور اثر میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

(مفتاح السعادۃ)

۱۲۔ عندنا ۔ ہمارے نزدیک۔ اس سے مراد فقہائے احناف ہوتے ہیں۔

۱۳۔ صاحبِ ہدایہ بعض مسائل کی وضاحت کے لئے سوال مقدر کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً فان قیل کذا ' قلنا کذا۔ یعنی اگر ایسا کہا جائے تو ہم اس کے جواب میں یوں کہیں گے۔ یا فان قال قائل ' فنقول 'یعنی اگر کوئی کہنے والا یہ کہے تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے۔

۱۴۔ جب صاحبِ ہدایہ ظاہر الروایہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد امام محمد بن حسن کی مصنفہ چھ کتب ہوتی ہیں۔ (۱) المبسوط (۲) الجامع الصغیر (۳) الجامع الکبیر (۴) الزیادات (۵) السیر الصغیر (۶) السیر الکبیر۔

۱۵۔ هذا الحدیث محمول علی المعنی الفلان۔ یعنی یہ حدیث فلاں معنی پر محمول ہے۔ اس سے ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ ائمہ حدیث نے اس مراد کو اختیار کیا ہے اور جس جگہ کسی نص یا حدیث کے کوئی معنی مصنف رحمہ اللہ نے مستنبط کئے ہیں وہاں کہتے ہیں نحمله 'یعنی ہم اس کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں۔

۱۶۔ نتائج الافکار میں ہے کہ بسا اوقات علۃ النص کو اصل مسئلہ کے لئے مستقل دلیل عقلی بنا دیتے ہیں تاکہ دہرا فائدہ ہو جائے۔

۱۷۔ مفتاح السعادہ میں ہے کہ دلیل عقلی کو فقہ سے تعبیر کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں "والفقه فیه کذا"۔

۱۸۔ نتائج الافکار میں ہے کہ صاحبِ ہدایہ کی عادت ہے کہ مدعی کی دلیل عقلی ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں" و هذ الان اه "اور اس سے دلیل انی کے بعد دلیل لمی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

۱۹۔ غایۃ البیان میں ہے کہ جب موصوف کوئی مسئلہ قدوری یا جامع صغیر کا ذکر کرتے ہیں یا وہ ہدایہ میں مذکور ہوتا ہے تو اس کے شروع میں " قال " لاتے ہیں۔ مفتاح السعادہ اور عنایہ میں ہے کہ اگر وہ مسئلہ ان کے علاوہ میں ہو تو " قال " نہیں

لاتے۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ طریق اکثری ہے نہ کہ کلی کیونکہ اوائل الاقرار میں ہے "قال و ان قال له عليّ اوقبلی" اور اس کی بابت صاحب نتائج الافکار نے تصریح کی ہے کہ امام محمدؒ کا یہ قول جامع صغیر میں نہیں ہے بلکہ مبسوط میں ہے۔ نیز کتاب الحدود میں "باب الوطی الذی یوجب الحدود الذی لا یوجبه" کے ذیل میں ہے "قال الوطی الموجب للحد اھ" اور یہ قول نہ مختصر القدوری میں ہے نہ جامع صغیر میں۔

۲۰۔ صاحبِ مفتاح السعادہ نے کہا ہے کہ جب موصوف "هذا الحديث محمول علی کذا" کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ائمہ حدیث نے اس کو فلاں معنی پر محمول کیا ہے اور جب "نحمله علی کذا" کہتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ائمہ حدیث نے اس معنی پر محمول نہیں کیا لیکن اسی معنی پر محمول ہونی چاہئے۔

۲۱۔ مفتاح السعادہ میں ہے کہ جب صاحبِ ہدایہ "عند فلان" کہتے ہیں تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ قول فلاں کا مذہب ہے اور جب "عن فلان" کہتے ہیں تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ فلاں سے روایت ہے۔ علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا ہے کہ کلمہ عن غیر الروایہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور ابن الہمام فرماتے ہیں کہ کلمہ عند دال بر مذہب ہوتا ہے۔

۲۲۔ جہاں قدوری اور جامع صغیر کی عبارت میں کسی طرح کی مخالفت ہوتی ہے تو جامع صغیر کے الفاظ کی تصریح کرتے ہیں۔

۲۳۔ صاحبِ نہایہ نے کتاب الغصب کے آخر میں کہا ہے کہ صاحبِ ہدایہ لفظ "قالوا" وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں اختلاف ہو کیونکہ حکم اجماع تو الفاظ کو ان کے اطلاق پر رکھنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے لیکن فتح القدیر کتاب الصوم میں ہے کہ یہ ایسے موقع میں استعمال کرتے ہیں جس میں خلاف مع ضعف ہو۔ علامہ تفتازانی

نے بھی حواشی کشاف میں آیت صوم کے ذیل میں اس کی تصریح کی ہے۔

۲۴۔ موصوف کی عام عادت یہی ہے کہ سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں اور سوال وجواب کی تصریح نہیں کرتے یعنی یوں کہتے ہیں فان قیل کذا قلنا کذا وغیرہ' البتہ چند جگہوں میں اس طرح کی تصریح بھی کی ہے مثلاً کتاب الاقرار کے باب الاستثناء کے آخر میں ہے فان قال قائل الاعطاء اھ فنقول قد یکون اھ۔ اسی طرح کتاب الحجر کے آغاز میں کتاب الاضحیہ کے آخر میں اور باب الرہن الذی یوضع علی ید العدل کے آخر میں بھی سوال وجواب کی تصریح کی ہے۔

۲۵۔ خطیب خیر الدین کے فتاویٰ خیریہ میں ہے کہ جب موصوف "والتخریج کذا" کہتے ہیں تو اس سے مراد ان کی اپنی تخریج ہوتی ہے اور جب دوسروں کی تخریج مقصود ہوتی ہے تو صراحت کے ساتھ صاحب تخریج کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

۲۶۔ شیخ مرغینانیؒ نے پوری کتاب (ہدایہ) میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ جو فقہی مذہب ان کے نزدیک سب سے قوی تر ہے اس کی دلیل دوسرے تمام فقہی مذاہب کی ادلہ کے بعد آخر میں بیان کرتے ہیں اگرچہ نقل مذاہب اور بیان اقوال میں قوی مذہب یا راجح قول کو پہلے بیان کر دیں لیکن جو فقہی مذہب اور رائے ان کے نزدیک سب سے قوی ہوگی اس کی دلیل یا دلائل آخر ہی میں بیان کریں گے تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ آخر میں ذکر کی جانے والی دلیل سابقہ تمام اقوال اور ان کے دلائل کا جواب ہے اور آخری قول اور رائے ہی مصنف کی نظر میں راجح اور قطعی ہے۔ (نہایہ کتاب ادب القاضی عنایہ باب البیع الفاسد فتح القدیر کتاب الصرف)

حفاظ ہدایہ :

شیخ محی الدین عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں شمس الدین محمد بن الحسن حلبی کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ صغر سنی میں کتاب ہدایہ کو ازبر کر چکے تھے۔

حفظ کے بعد انہوں نے فقہاء کی ایک جماعت کو ہدایہ سنائی جن میں علامہ ابو حفص عمر بن الوردی بھی ہیں۔ انہوں نے مختلف مقامات سے ہدایہ کو سن کر مذکورہ ذیل عبارت میں اجازت نامہ لکھ کر مرحمت فرمایا:

اما بعد حمدالله علی حسن البداية والصلوٰة علیٰ نبيه محمد الموصوف فی الکتب بما فيه الکفاية و علیٰ آله و اصحابه سفن النجاة و نجوم الهداية ' فقد عرض علیّ الفاضل البيب شمس الدين محمد بن الحسن الحنفی من کتاب الهداية مواضع متوافرة اوائله و اوسطه و اوخره ' فجری فيه بلسان رطب فصيح جری من جمع (يعنی طرفيه بالياء والنون و هذا جمع السلا. و بالفاء والواؤ و هذا جمع الصحيح ' فهو نجيب من نجيب لابل علم من علم ومن يشاء به اباه فما ظلم ' فالله تعالیٰ يرزقه العلم ولعمل بما فی الکتاب وغير بدع لحمد بن الحسن ان يعد من اعيان الاصحاب ' حرر ذالك فی منتصف شعبان سنة اربع و اربعين و سبع مأته ۔ نیز شہاب الدین محمود بن ابی بکر بن عبدالقاہر متوفی ٦٨٠ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ بھی ہدایہ کے حافظ تھے۔

احادیث ہدایہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ:

صاحبِ ہدایہ نے مسائل کے سلسلہ میں جن احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے، بعض حضرات کو ان کے متعلق ضعف کا اور صاحبِ ہدایہ کی قلت نظر کا شبہ ہوتا ہے یہاں تک کہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے بھی ان کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے:

" وکتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبر ترین کتابہا است نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وے در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ واگر حدیثے آوردہ نزد

محدثین خالی از ضعفے غالباً اشتغال آں استاد در علم حدیث کمتر بودہ است ولیکن شرح شیخ ابن الہمام جزاہ اللہ خیر الجزاء تلافی آں نمودہ و تحقیق کار فرمودہ است"۔

(شرح سفر السعادہ، ص ۲۳)

ترجمہ : اور کتاب ہدایہ نے بھی جو اس دیار میں مشہور اور معتبر ترین کتابوں میں سے ہے اس وہم میں (کہ مذہب شافعی بہ نسبت مذہب حنفی حدیث کے زیادہ موافق ہے) ڈال دیا ہے کیونکہ اس کے مصنف نے بیشتر دلیل عقلی ہی پر بنا رکھی ہے اور جو حدیث لاتے ہیں وہ محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں ہوتی غالباً ان کا شغل علم حدیث سے کم رہا ہے لیکن شیخ ابن الہمام کی شرح ہدایہ نے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اس کی تلافی کر دی ہے اور انہوں نے تحقیق سے کام لیا ہے۔"

حالانکہ نہ تو صاحبِ ہدایہ کا شغل علمِ حدیث سے کم تھا بلکہ وہ خود بڑے محدث اور حافظ حدیث تھے اور نہ جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ سب ائمہ متقدمین کی کتابوں سے منقول ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جس طرح امام بغوی نے مصابیح السنۃ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں اپنے ائمہ کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے بلا حوالہ و سند درج کیا ہے اسی طرح صاحبِ ہدایہ نے متقدمین ائمہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی روایات کو اپنی تصنیف میں جگہ دی ہے۔ بعد میں فتنہ تاتار میں متقدمین کا علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہو گیا اور بہت سی کتابیں جو پہلے متداول تھیں اب فتنہ میں بالکلیہ معدوم ہو گئیں۔ اب ارباب تخریج نے ان روایات کو متقدمین ائمہ کی تصانیف میں تلاش کرنے کی بجائے ان کتابوں میں تلاش کیا ہے جو ان کے عہد میں تھیں، اسی لئے ان کو متعدد روایات کے متعلق یہ کہنا پڑا کہ یہ روایت ہم کو ان لفظوں میں نہ مل سکی ورنہ ظاہر ہے کہ بہت سی روایات کے متعلق حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ مخرجین احادیث ہدایہ

بصراحت لکھتے ہیں کہ ہم کو نہ مل سکیں، حالانکہ وہ روایات کتاب الآثار اور مبسوط امام محمد وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ کچھ ہدایہ ہی کی خصوصیت نہیں خود صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی بہت سی ایسی روایتیں موجود ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے یہی تصریح کی ہے جس کی اصل وجہ وہی ائمہ متقدمین کی کتابوں کا فقدان ہے ورنہ امام بخاری یا صاحبِ ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کے متعلق کسی نے اصل روایت کے بیان کرنے کا شبہ بھی ظاہر کیا ہو۔ ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حدیث ثابت ہو اور حافظ ابن حجر لم نقف یالاادری کہیں جبکہ حافظ ابن حجر کی وسعتِ نظر اور کثرتِ اطلاع مسلمات میں سے ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وسیع النظر ہونے سے محیط العلم ہونا تو لازم نہیں ہے، آخر یہی حافظ ابن حجر ہیں جنہوں نے "المجمع الموسس" میں امام فخر الدین رازی کی نرینہ اولاد کی نفی کی ہے اور کہا ہے " ولا بلغنا من کلام احد من المؤرخین انه کان للامام ولد ذکره" حالانکہ مدینۃ العلوم طبقاتِ کفوی، تاریخ یافعی اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں محمد اور محمود دو صاحبزادوں کی تصریح موجود ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ابن خلکان میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ ان دونوں کی شادی شہر رے کے ایک بہت مالدار اور حاذق طبیب کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ ہوئی۔ بہر حال حافظ ابن حجر کے لا ادری کہنے سے اصل حدیث کا عدم لازم نہیں آتا بلکہ یہ موصوف کے عدم علم پر مبنی ہے۔ چنانچہ علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے "منیة الالمعی فی مافات من تخریج احادیث الهدایة للزیلعی" میں ان احادیث کی بھی تخریج کر دی ہے جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے " لم اجده" کہا ہے۔ ہم یہاں اس کی صرف دو ایک مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ صاحبِ ہدایہ نے انگلی سے مسواک کرنا حضور ﷺ کے فعل سے ثابت کیا ہے، علامہ زیلعی کی رائے میں یہ حدیث غریب ہے لیکن علامہ عینی بنایہ میں فرماتے ہیں

کہ موصوف نے سنن احمد کو غور سے نہیں دیکھا ورنہ ان کو حضرت علیؓ کی یہ حدیث ضرور مل جاتی جس میں یہ الفاظ مصرح ہیں " و ادخل بعض اصابعه في فيه " اسی طرح مسح رأس کی بابت حدیث انسؓ کے متعلق زیلعی نے کہا ہے کہ شیخ علاؤالدین کا بیان ہے کہ شیخ تقی الدین نے الامام میں اس کو معجم طبرانی (اوسطہ) کی طرف منسوب کیا ہے لیکن میں نے یہ حدیث نہ الامام میں پائی نہ معجم طبرانی میں، لیکن ابن الہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ممکن ہے طبرانی کے نسخہ میں انہوں نے دیکھا ہو اس میں یہ حدیث نہ ہو ورنہ معجم اوسط کے مسند ابراہیم بغوی میں یہ حدیث بلاشک وشبہ موجود ہے۔

درس ہدایہ میں صحیحین سے استدلال :

ہدایہ کی جن حدیثوں کے نسخے ارباب حواشی غریب جدّا، نادر جدّا کے الفاظ لکھ دیا کرتے ہیں۔ یہ غرابت وندرت صرف لفظی حد تک ہے ورنہ اگر الفاظ سے قطع نظر کرلیا جائے تو ان ہی حدیثوں کے مفہوم اور مفاد کو اکثر و بیشتر صحاح کی حدیثوں کے الفاظ سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ سیر الاولیاء میں مولانا فخر الدین زرادی کے متعلق لکھا ہے کہ یہ چاشت کی نماز کے بعد ہدایہ کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے جو خود میر خورد کا چشم دید ہے درج کرتے ہیں کہ مولانا حسب دستور ہدایہ پڑھا رہے تھے کہ :

" روزے آں عالم ربانی مولانا کمال الدین سمعانی کہ از مشاہیر علماء شہر بود بدیدن سلطان المشائخ آمد چوں از خدمت سلطان المشائخ باز گشت سبب فرط اتحاد یکہ بخدمت مولانا فخر الدین داشت دریں مجلس حاضر شد۔"

ترجمہ : ایک دن عالم ربانی مولانا کمال الدین سمعانی جو مشاہیر علماء میں تھے سلطان المشائخ کی زیارت کو تشریف لائے جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس تعلق کی وجہ سے جو انہیں مولانا فخر الدین سے تھا اس مجلس میں حاضر ہوئے۔

مولانا فخر الدین نے ان کو دیکھ کر ہدایہ پڑھانے کا طرز عجیب طریقہ سے بدل دیا میر خورد لکھتے ہیں کہ :

" چوں خدمت مولانا کمال الدین دید تمسکات ہدایہ را ترک دادہ باحادیث صحیحین تمسک می داد"۔

ترجمہ : جب مولانا کمال الدین کی خدمت دیکھی تو ہدایہ کی حدیثوں کو چھوڑ کر صحیحین کی حدیثوں سے استدلال فرمانے لگے۔

یعنی حنفی مذہب کے مسائل کی تائید میں صاحبِ ہدایہ جن حدیثوں کو عموماً پیش کرتے ہیں مولانا فخر الدین نے بغیر کسی سابقہ تیاری کے اچانک ایک مقام سے جہاں سبق ہو رہا تھا یہ رنگ بدلا کہ صاحبِ ہدایہ کی پیش کردہ دلیلوں کو چھوڑ کر حنفی نقطہ نظر کی تائید میں صحیحین کی حدیثیں پیش کرنی شروع کردیں۔

مسامحات صاحبِ ہدایہ

(اولین)

۱۔ كتاب الطهارة ' فصل فی الغسل ' وقال مالك واجب (مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۱۲)(ہدایہ ۱'ص ۱۶ 'سطر نمبر ۳)امام مالک کی طرف وجوب غسلِ جمعہ کو منسوب کرنا غالباً کسی غیر معتبر کتاب سے نقل ہے ورنہ علامہ ابن عبدالبر مالکی استدراک میں لکھتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کسی نے غسل جمعہ کو واجب کہا ہو بجز فرقہ ظاہریہ کے اور ابن ذہب سے نقل کیا ہے کہ امام مالک سے غسلِ جمعہ کے واجب ہونے کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ سنت اور بھلائی کی بات ہے۔ عرض کیا گیا کہ حدیث میں تو واجب کہا گیا ہے 'فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ جو بات حدیث میں آجائے وہ واجب ہی ہو۔ نیز اشہب نے روایت کیا ہے کہ امام مالکؒ نے غسلِ جمعہ کو حسن کہا ہے نہ کہ واجب 'البتہ مولانا عبدالحی صاحب نے سعایہ میں نووی کی شرح مسلم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ابن المنذر نے امام مالک سے وجوب نقل کیا ہے۔

۲۔ باب الاذان :(۱'ص ۷۶ 'سطر نمبر ۲ 'باب الامۃ) :-لا بنی ابی مليكه (۱'ص ۱۰۱ 'سطر نمبر ۱۳) یہ غلط ہے کیونکہ اس حدیث کو ائمہ ستہ نے اپنی کتابوں میں مطول و مختصر ہر دو طرح مالک بن الحویرث سے یوں روایت کیا ہے : قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم انا وصاحب لی اھ ۔ایک روایت میں یہ ہے "انا و ابن عم لی "اور نسائی کی روایت میں یہ ہے "انا و ابن

عمر "پس صاحبِ ہدایہ کو یوں کہنا چاہئے تھا" لقوله عليه السلام لمالك بن الحويرث و صاحب له ' او ابن عم له ' او ابن عمر (على اختلاف الروايات) چنانچہ صاحبِ ہدایہ نے خود کتاب الصرف ۲' ص ۹۰' سطر ۸ میں اس کو صحیح طور پر نقل کرتے ہوئے یوں کہا ہے" لان الاثنين قد يراد بذكرهما الواحد قال الله تعالىٰ يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان والمراد احدهما و قال عليه السلام لمالك بن الحويرث و ابن عمر اذا سافرتما فاذنا والمراد احدهما" زیلعی نے نصب الرایہ ا' ص ۲۹۰ میں اور ابن الہمام نے فتح القدیر ا' ص ۸۷ امیں اسی طرح ذکر کیا ہے (لیکن ہدایہ کے ہندی مطبوعہ کی کتاب الصرف میں یہ حدیث نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ ناسخین کے سہو سے رہ گئی ہے)۔

علامہ انزاری نے غایۃ البیان میں اس موقع پر نہایت تعجب خیز کلام کیا ہے فرماتے ہیں کہ ابو داؤد نے سنن میں بطریق ابو قلابہ حضرت مالک بن الحویرث سے روایت کیا ہے " ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له ولصاحب له اھ "اور ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے لئے صاحب سے تعبیر کرنا جائز ہے اور ہو سکتا ہے کہ حویرث کی کنیت ابو ملیکہ ہو (اس طرح صاحبِ ہدایہ کا قول "لا بنی ابی ملیکه " صحیح ہو سکتا ہے) پھر موصوف بطریق استدراک کہتے ہیں کہ مبسوط شیخ الاسلام کے الفاظ اور ہیں حیث قال " يروى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لمالك و ابن عم له " پھر اس کی توجیہ کرتے ہیں کہ ابن اور ابن عم کو بھی ابنین سے تعبیر کر سکتے ہیں اور صاحب ہدایہ کا قول بطریق تغلیب ہے۔ (انتہی) لیکن علامہ عینی شرح ہدایہ میں قول مذکور پر گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علامہ انزاری کو باب حدیث میں وسعتِ نظر کا بڑا دعویٰ ہے اس کے باوجود یہاں خبط کثیر میں مبتلا ہو گئے اس لئے کہ اولاً تو موصوف نے

حدیث کو اس کی اصل کے مطابق ذکر کیا، پھر اس پر صاحبِ ہدایہ کے کلام کو غیر مقبول تاویل کے ساتھ محمول کیا حالانکہ صاحبِ ہدایہ کا قول واقعۃً غلط ہے اس کے بعد انہوں نے اس غلطبات کو یوں مؤکد کیا کہ "ہو سکتا ہے حویرث کی کنیت ابو ملیحہ ہو" حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

۳۔ باب صفة الصلوٰة لقوله تعالیٰ " واركعوا واسجدوا "(۱، ص ۸۲، سطر ۸) علامہ عینی نے اس پر یہ گرفت کی ہے کہ قرآن میں "واركعوا" واؤ کے ساتھ نہیں ہے پس یہ مبنی بر سہو ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب سعایہ میں فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ صاحبِ ہدایہ کا قول "واركعوا "سورہ حج والی آیت "یٰا یها الذین آمنوا اركعوا واسجدوا واعبدوا ربكم "کا قطعہ نہیں ہے بلکہ یہ سورہ بقرہ کی آیت " و اقيموا الصلوٰة و اتواالزكوٰة واركعوا مع الراكعين "کا ٹکڑا ہے اور موصوف کا قول " واسجدوا "سورہ حج کی مذکورہ آیت کا ٹکڑا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہو کہ آیت بقرہ میں تو رکوع کا خطاب یہود کی طرف ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے۔ پھر مسلمانوں پر رکوع کی فرضیت کیسے ثابت ہو گی ؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ وجوب الركوع على اليهود وجوب على المسلمين كمايدل عليه قوله " مع الراكعين "(فتائل)

۴۔ باب صلوٰة الجنائز ' فصل فی الدفق ۔ كذا قاله رسول الله صلى الله عليه وسلم حين وضع ابا دجانة فی القبر (۱، ص ۱۶۲، سطر ۱۴) میں علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے کیونکہ ابو دجانہ کی وفات تو نبی کریم ﷺ کے بعد واقعہ یمامہ میں بزمانہ خلافت ابوبکر صدیق ؓ ۱۳ھ میں ہوئی جیسا کہ واقدی نے کتاب الردۃ میں روایت کیا ہے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ وہم فاحش ہے کیونکہ ابو دجانہ واقعہ یمامہ میں مقتول ہوئے ہیں جیسا کہ طبرانی نے معجم

میں محمد بن اسحاق کی سند سے روایت کیا ہے اور وہم کا سبب تقلید ہے کہ شیخ الاسلام نے بھی مبسوط میں یونہی ذکر کیا ہے اور اسی طرح صاحب بدائع نے لیا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جن کو قبر میں رکھا تھا وہ حضرت ذوالبجادین (۳) ہیں جن کا نام پہلے عبد العزی تھا، حضور ﷺ نے ان کا یہ نام بدل کر عبد اللہ رکھا تھا۔ ان کی وفات غزوہ تبوک میں ہوئی ہے۔ مولانا عبد الحی صاحب مذیلۃ الدرایہ میں فرماتے ہیں کہ علامہ عینی نے بھی شیخ الاسلام وغیرہ کی تقلید کرتے ہوئے منحۃ السلوک کی شرح تحفۃ الملوک میں وہی ذکر کر ڈالا جو صاحبِ ہدایہ نے ذکر کیا ہے فسبحان ربی لا یضل ولا ینسیٰ۔

۵۔ باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ' الصلوٰۃ فی الکعبۃ جائزۃ فرضھا و نفلھا خلافاً للشافعی فیھما (ا'ص ۱۶۴' سطر ۱۷) علامہ سغناقی نہایہ میں فرماتے ہیں کہ یہ سہو کاتب ہے کیونکہ احناف کی طرح امام شافعی بھی خانہ کعبہ کے اندر نماز کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ کتب شوافع وجیز' خلاصہ' ذخیرہ وغیرہ میں مرقوم ہے اور علماء احناف نے بھی مبسوط' اسرار' ایضاح' محیط' شروح جامع صغیر میں امام شافعی کا یہ اختلاف ذکر نہیں کیا۔

۶۔ کتاب الصوم ' باب ما یوجب القضاء والکفارۃ ' وھو حجۃ علی الشافعی فی قولہ تخیر (ا'ص ۲۰۰' سط ۳) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صاحبِ ہدایہ نے جو تخییر بین الثلاثۃ داعتاق رقبہ' صوم' اطعام کو امام شافعی کی جانب اور نفی تتابع کو امام مالک کی جانب منسوب کیا ہے۔ یہ موصوف کی بھول ہے کیونکہ احناف کی طرح امام شافعی بھی ترتیب کے قائل ہیں جیسا کہ امام غزالی کی "وجیز و خلاصہ" میں اور شیخ الاسلام و فخر الاسلام کی مبسوط میں مصرح ہے۔ نیز منکر تتابع ابن ابی لیلیٰ وغیرہ ہیں نہ کہ امام مالک۔

۷۔ کتاب الصوم ' فصل ۔ وقال الشافعی الفطر افضل (ا'

ص ۲۰۱ ٔسطر ۱۵) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صاحبِ ہدایہ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مسافر کے لئے بہر صورت افطار افضل ہے۔ عام طور سے دیگر کتب احناف میں بھی یہی مذکور ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ان کا قول بھی وہی ہے جو احناف کا ہے شوافع کی کتابوں سے اسی کی تائید ہوتی ہے مسافر کے لئے حال افطار کا افضل ہونا تو امام احمد کا مذہب ہے۔

۸۔ باب الاحرام حتی روی فی حدیث ابن عباس (۱ ٔص ۲۴۸ ٔسطر ۹) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ موصوف کا وہم ہے شراح میں سے کسی نے اس پر متنبہ نہیں کیا۔ بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس سے صاحبِ ہدایہ کی مراد حضرت عبداللہ بن عباسؓ نہیں بلکہ کنانہ بن عبلس بن مرداس ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جواب دو وجہ سے غلط ہے۔ اول اس لئے کہ جب ابن عباس مطلق بولا جائے تو اس سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی مراد ہوتے ہیں۔ دوم اس لئے کہ صاحبِ ہدایہ کی یہ عادت ہی نہیں کہ ذکر حدیث کے وقت وہ تابعی کو ذکر کریں اور صحابی کو ذکر نہ کریں۔

۹۔ باب الاحرام ۔ و قال الشافعی انه رکن (۱ ٔص ۲۴۸ ٔسطر ۱۱) صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں کہ یہ موصوف کا سہو ہے کیونکہ کتب شوافع اس کے خلاف ناطق ہیں یعنی شوافع کے یہاں بھی وقوف مزدلفہ رکن نہیں ہے۔

۱۰۔ باب الجنایات ۔ فصل ۔ و عن الشافعی انه یفسد احرام فی جمیع ذلک (۱ ٔص ۲۵۰ ٔسطر ۱۶) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کی طرف یہ انتساب صحیح نہیں کیونکہ امام نودی نے "شرح مہذب" میں تصریح کی ہے کہ ان صورتوں میں امام شافعی کے یہاں بھی صرف خون واجب ہے۔

۱۱۔ باب الحج عن الغیر ۔ لحدیث الخثعمیة فانه علیه السلام قال فیه حجی واعتمری عن ابیك (۱ ٔص ۲۷۷ ٔسطر ۴) علامہ عینی

فرماتے ہیں کہ یہ موصوف کا وہم ہے اس لئے کہ حدیث خثعمیہ کو اصحاب ستہ نے روایت کیا ہے اور اس میں اعتماد کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ حدیث ابورزین عقیلی میں ہے جیسا کہ اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔

۱۲۔ کتاب النکاح ۔ وقال مالك هو جائز (۱' ص ۲۹۲' سطر ۱۷) صاحب ہدایہ نے امام مالک کی طرف جواز متعہ کو منسوب کیا ہے۔ علامہ کاکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ موصوف کا سہو ہے کیونکہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں ہے۔ سب کے نزدیک حرام ہے البتہ شیعہ لوگوں کی ایک جماعت قائل اباحت ہے۔ علامہ سروجی فرماتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک متعہ جائز نہیں جس کی صراحت ذخیرہ مالکیہ میں موجود ہے۔ علامہ اکمل نے عنایہ میں صاحب ہدایہ کی جانب سے اعتذار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ممکن ہے صاحب ہدایہ کے استاذ شمس الائمہ کو امام مالک کا کوئی قول ملا ہو مگر ذخیرہ کی تصریح کے بعد یہ اعتذار بیکار ہے۔ علاوہ ازیں امام مالک نے مؤطا میں حضرت علیؓ سے نہی عن المتعہ کی حدیث روایت کی ہے اور آپ کی عادت ہے کہ مؤطا میں جو روایت لاتے ہیں اس پر آپ کا عمل ہوتا ہے۔

۱۳۔ باب الظهار ۔ فصل فی الكفارة لقوله عليه السلام فی حديث اوس بن الصامت و سهل بن صخر (۱' ص ۳۹۴' سطر ۱۳) یہ بھی موصوف کا سہو ہے اس واسطے کہ سہل بن صخر لیثی گو صحابی ہیں جیسا کہ امام مستغفری نے معرفۃ الصحابہ میں ذکر کیا ہے لیکن ان سے ظہار کی بابت کوئی حدیث مروی نہیں اور ابن صخر جنہوں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا ان کا نام سلمہ یا سلمان بن صخر ہے نہ کہ سہل جیسا کہ نووی کی تہذیب اور ابن حجر کی تہذیب التہذیب میں ہے و ذكر فی المبسوط هو سلمه بن صخر بن سليمان بن حارثه الانصاری ثم البياضی مدنی وهو الذی ظاهر من امرأته ثم وقع

علیها فامره رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یکفر۔

مسامحات صاحبِ ہدایہ
(اخیرین)

۱۴۔ کتاب البیوع ۔ مسائل منثوره ۔ لقوله علیه السلام فی ذلك الحدیث فاعلمهم ان لهم ماللمسلمین و علیهم ما علی المسلمین (۲'ص ۸۶' سطر ۴) یہ اشارہ سہواواقع ہوا ہے۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ صاحبِ ہدایہ نے "ذلک الحدیث" سے کون سی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس سے قبل اس معنی میں حدیث معاذؓ کتاب الزکوۃ میں اور حدیث بریدہؓ کتاب السیر میں گذری ہے اور ان دونوں میں یہ مضمون نہیں ہے۔

۱۵۔ کتاب الکفالة ۔ فصل فی الضمان ۔ والشافعی الحق الثانی بالاول و ابو یوسف فیما یروی عنه الحق الاول بالثانی ۔(۲' ص ۱۰۹' سطر ۱۱) صاحب کفایہ تبعیت صاحبِ نہایہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح اس کا عکس ہے۔ وهو ان یقال " والشافعی الحق الاول بالثانی و ابو یوسف فیما یروی عنه الحق الثانی بالاول "صاحبِ عنایہ کہتے ہیں کہ بعض شارحین نے اس کو اس پر محمول کیا ہے کہ امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ دونوں سے دو دو روایتیں ہیں اور بعض نے ناسخین کی غلطی پر محمول کیا ہے اور غالباً یہی اظہر ہے۔ صاحبِ فتح القدیر کہتے ہیں "هذا سهو من الکاتب"۔

۱۶۔ کتاب القسمة ۔ باب دعوی الغلط فی القسمه والاستحقاق فیها و هكذا ذكر فی الاسرار (۲'ص ۴۰۴' سطر ۱۵) یہ مبنی بر مسامحت ہے کیونکہ اسرار میں مسئلہ کی وضع بعض شائع کے استحقاق پر ہے اور یہاں گفتگو بعض معین کے استحقاق میں ہے (كذا فی الکفایه)

۱۷۔ کتاب الذبائح ۔ فانه مجری العلف والماء والمری مجری النفس ۔(۲،ص ۴۲۱، سطر ۱۶) یہ تفسیر غیر جید ہے اور حق اس کا عکس ہے کیونکہ حلقوم راہ گذر نفس ہے اور مری رہ گذر آب و گیاہ ہے جیساکہ ایضاح و مغرب اور تاج الاسلامی وغیرہ میں مرقوم ہے۔

۱۸۔ کتاب الذبائح ۔ والنخاع عرق ابیض فی عظم الرقبة۔(۲، ص ۴۲۲، سطر ۱۷) اس کو صاحب نہایہ نے سہو کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے هو خیط ابیض فی جوف عظم الرقبة یمتد الی الصلب ۔

۱۹۔ کتاب الکراهیة ۔ فصل فی البیع ۔ وقال ابو یوسف یکره۔ (۲،ص ۴۵۵ ،سطر ۱۰)فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں کہا ہے کہ احتکار کی تین صورتیں ہیں۔ ایک درست، دوسری مکروہ، تیسری مختلف فیہ مکروہ صورت یہ ہے کہ غلہ شہر میں خرید لے اور بیچے اور اہل شہر کو اس سے تکلیف ہو۔ صحیح صورت یہ ہے کہ اپنی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے لایا ہوا ہو یا شہر ہی میں خریدا ہو لیکن اس کا روکنا لوگوں کے لئے تکلیف دہ نہ ہو۔ مختلف فیہ صورت یہ ہے کہ شہر سے متصل دیہات سے غلہ خریدے اور شہر میں لاکر روک لے تو یہ امام صاحب کے نزدیک درست ہے، امام محمد کے نزدیک مکروہ۔

پس ہدایہ نے جو مخلوب کو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ کہا ہے یہ غیر مسلم ہے کیونکہ فقیہ ابو اللیث نے اس کو متفق علیہ قسم میں داخل مانا ہے۔ نیز قدوری نے کتاب التقریب میں امام ابو یوسفؒ کا قول روایت کیا ہے کہ اگر غلہ نصف میل سے لائے تو وہ احتکار نہیں۔ پس دوسرے شہر سے لایا ہوا غلہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کیسے احتکار ہو سکتا ہے۔

۲۰۔ کتاب الدیات ۔ فصل ۔ وقال وزفر والحسن (۲،ص ۵۷۸، سطر ۱۶)صاحب عنایہ کہتے ہیں کہ یہ ترکیب ناجائز ہے البتہ یوں کہتے " وقالا هما

وزفر والحسن "تو صحیح ہوتا۔

۲۱۔ کتاب الوصایا ۔ باب العتق فی مرض الموت ۔ فعنده الودیعة اقوی و عندهما هما سواء (۲،ص۶۶۱، سطر ۶) یہ مبنی بر مسامحت ہے کیونکہ کبار قدماء نے اختلاف اس کے برعکس ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے مختلف الروایہ میں، قدروی نے کتاب التقریب میں، فخر الاسلام اور صدر الشہید نے شرح جامع صغیر میں اور امام نجم الدین ابو حفص عمر نسفی نے کتاب الحصر میں کہا ہے کہ صاحبین کے نزدیک ودیعت دین سے اقویٰ اور امام صاحب کے نزدیک دونوں برابر ہیں۔ والتفصیل فی غایة البیان۔

۲۲۔ کتاب الوصایا ۔ باب العتق فی مرض الموت ۔ وفی روایة عنه انه یقدم الحج وهو قول محمد (۲،ص۶۶۱، سطر ۱۱) مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ ممکن ہے موصوف کو امام محمد سے یہ روایت ملی ہو ورنہ قدوری نے شرح مختصر کرخی میں، شمس الائمہ بیہقی نے کفایہ میں، صاحب تحفہ نے اور شیخ ابو نصر نے شرح اقطع میں امام محمد کا یہ قول بتایا ہے کہ حج پر زکوٰۃ مقدم ہے۔ کذا فی غایة البیان۔

۲۳۔ کتاب الوصایا ۔ باب الوصیة للاقارب وغیرهم ۔ لماروی ان النبی صلی الله علیه وسلم لما تزوج صفیة (۲،ص ۶۶۳، سطر ۱۲) یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح جویریہؓ ہے جس کی تصریح کتب حدیث میں موجود ہے۔ پہلے ان کا نام برّہ تھا، نبی کریم ﷺ نے جویریہؓ کے نام سے موسوم کیا۔ لانه یکره ان یقال خرج من بیت برّة۔

ہدایہ کے شروح اور حواشی

کسی کتاب کی اہمیت وافادیت کو جانچنے اور پرکھنے کا اس سے بہتر اور غیر جانبدارانہ پیمانہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ یہ دیکھا جائے کہ مصنف کے ہم عصر اہل علم

وفضل نے اس کی کتاب کو کس حد تک اہمیت دی ہے۔ اسے کس قدر در خور اعتنا جانا ہے اور پھر بعد میں آنے والوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ کسی مصنف یا اس کی کتاب اہل علم وفضل کے سلوک اور اعتناء کا سب سے بڑا مظہر اس کے بارے میں لکھی جانے والی کتب اور تحریریں ہیں۔

اہل علم جس کتاب کو جس درجے اور رتبے کا سمجھتے ہیں اسی حد تک اس پر کام کرتے ہیں۔ اس کے حواشی، شروح تعلیقات اور اشاریوں وغیرہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی سے کسی کتاب کے مقام ومرتبے کا تعین ہو جاتا ہے۔

یہ پیمانہ اگر عادلانہ ہے اور یقیناً ہے تو پھر اس دعویٰ میں مبالغہ کی کوئی آمیزش نہیں کہ فقہ کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں ہمیں کوئی کتاب ایسی نظر نہیں آتی جس پر علماء نے اتنا کام کیا ہو جتنا ہدایہ پر کیا ہے۔

کشف الظنون گیارہویں صدی ہجری میں لکھی گئی اس کے مصنف نے ہدایہ کے شروح وحواشی کی تعداد ساٹھ سے زیادہ لکھی ہے۔ اس کے بعد کم وبیش ڈھائی سو برس میں ہدایہ پر جو کام ہوا ہے وہ بھی اس سے کم نہیں جو کشف الظنون کے وقت تک ہوا۔

صاحب کشف الظنون کے مطابق ہدایہ کی سب سے پہلی شرح ان کے خاص شاگرد شیخ حسام الدین بن علی صغنانی حنفی (م: ۷۱۰ھ) نے لکھی اس شرح کا نام انہوں نے "نہایہ" رکھا۔ ۷۰۰ھ میں اس شرح کی تکمیل ہوئی۔

اس شرح کا خلاصہ شیخ جمال الدین محمود ابن احمد بن السراج القونوی (م: ۷۷۰ھ) نے کیا۔ خلاصہ النہایہ فی فوائد الہدایہ اس کا نام رکھا۔ یہ خلاصہ ایک جلد میں ہے۔

بعض اہل علم نے کہا کہ ہدایہ کی پہلی شرح شیخ حمید الدین علی بن محمد بن علی الضریر النجاری (م: ۶۶۷ھ) نے لکھی۔ "الفوائد" کے نام سے اسے موسوم کیا۔

یہ شرح دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ النہایۃ شیخ حسام الدین حسین بن علی بن الحجاج بن علی معروف بالصغانی الحنفی متوفی ۷۱۰ھ۔ علامہ سیوطی نے "طبقات النحاۃ" ذکر کیا ہے کہ یہ ہدایہ کی سب سے پہلی شرح ہے۔

۲۔ ہدایہ حاشیہ از شیخ جلال محمد بن محمد بن عمر الجنازی المتوفی ۶۹۱ھ۔

۳۔ خلاصۃ النہایۃ فی فوائد الہدایہ۔ محمود بن احمد قونوی ۷۷۰ھ نے شرح مذکورہ کا خلاصہ کیا ہے جو ایک جلد میں ہے۔

۴۔ الفوائد۔ حمید الدین علی بن محمد الضریر نجاری متوفی ۶۶۷ھ کی تصنیف دو جزوں میں ہے اور بقول بعض ہدایہ کی سب سے پہلی شرح یہی ہے۔

۵۔ معراج الدرایۃ الی شرح الہدایۃ۔ شیخ قوام الدین محمد بن محمد نجاری کاکی متوفی ۷۴۹ھ کی تصنیف ہے۔

۶۔ نہایۃ الکفایۃ فی درایۃ الہدایۃ۔ از شیخ ابو عبداللہ تاج الشریعہ عمر بن صدر الشریعہ الاول عبید اللہ المحبوبی۔

۷۔ الغایۃ۔ شیخ ابو العباس احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی بن ابی اسحاق السروجی متوفی ۷۱۰ھ کی تصنیف ہے جو ناتمام ہے۔ کتاب الایمان تک چھ ضخیم جلدوں میں ہے جس کا تکملہ قاضی سعد الدین محمد دیری متوفی ۸۶۷ھ نے کتاب الایمان سے لکھا ہے۔

۸۔ حواشی ہدایہ۔ از نجم الدین ابو طاہر اسحاق بن علی بن یحیٰی متوفی ۷۱۱ھ دو جلدوں میں ہے اور فوائد نفیسہ سے مشحون ہے۔

۹۔ شرح ہدایہ۔ از شہاب الدین احمد بن حسن مشہور بابن الزرکشی متوفی ۷۳۸ھ۔

۱۰۔ غایۃ البیان و نادرۃ الاقران۔ شیخ قوام الدین امیر کاتب عمید ابن امیر عمر الاتقانی الحنفی متوفی ۷۵۸ھ کی تصنیف ہے۔

۱۱۔ الکفایہ شرح الہدایہ۔ از جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرلانی۔

۱۲۔ الکفایہ شرح الہدایہ از علاؤالدین علی بن عثمان المار دینی الترکمانی متوفی ۷۵۰ھ۔

۱۳۔ فتح القدیر للعاجز الفقیر۔ شیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی معروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ کی مبسوط و مفصل، محقق و معتمد اور بے نظیر شرح ہے۔

۱۴۔ التوشیح۔ سراج الدین عمر بن اسحاق الہندی المتوفی ۷۷۳ھ۔ حافظ اس شرح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں وھو مطول و لم یکمل' یہ بڑی طویل شرح ہے اگرچہ مکمل نہ ہو سکی۔

۱۵۔ شرح ہدایہ۔ یہ بھی شیخ سراج الدین ہی کی ہے جو چھ جلدوں میں ہے۔ طاش کبریٰ زادہ نے اس شرح کی خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ ھو علی طریق الجدل۔ اس میں جدل (بحث) کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ گویا یہ استدلالی شرح ہے۔

۱۶۔ العنایہ۔ از شیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی الحنفی متوفی ۷۸۶ھ بہت عمدہ شرح ہے۔

۱۷۔ شرح ہدایہ۔ از شیخ علاؤالدین علی بن محمد بن حسن الخلاطی متوفی ۷۵۸ھ۔

۱۸۔ النہایہ شرح ہدایہ۔ از قاضی بدرالدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ' بہت عمدہ شرح ہے۔

۱۹۔ نہایۃ النہایہ۔ از شیخ محب الدین محمد بن محمد بن محمود معروف بابن الشحنہ الحلبی المتوفی ۸۹۰ھ غسل تک پانچ جلدوں میں ہے۔

۲۰۔ شرح ہدایہ۔ از شیخ ابو المکارم احمد بن حسن التبریزی الجاربردی الشافعی المتوفی ۷۴۶ھ۔

۲۱۔ شرح ہدایہ۔ از شمس الدین محمد بن عثمان بن الحریری المتوفی ۷۴۸ھ۔

۲۲۔ شرح ہدایہ۔ از شیخ احمد بن مصطفیٰ معروف بطاش کبریٰ زادہ متوفی ۹۶۸ھ نا مکمل ہے۔

۲۳۔ شرح ہدایہ۔از شیخ علی بن محمد معروف بمصنفك متوفی ۸۷۵ھ۔کتاب البیع تک ہے۔

۲۴۔ شرح ہدایہ۔از شیخ عبدالحلیم بن محمد معروف باخی زادہ ۱۰۱۳ھ۔

۲۵۔ ارشاد الروایہ فی شرح الہدایہ۔از شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن زکریا بن ای دوغمش التھرمانی متوفی ۸۰۹ھ۔

۲۶۔ زبدۃ الدرایہ شرح ہدایہ۔از قاضی عبدالرحیم بن علی الآمدی۔

۲۷۔ شرح ہدایہ۔از شیخ ابن عبدالحق ابراہیم بن علی بن احمد بن علی بن یوسف بن ابراہیم الدمشقی متوفی ۷۴۴ھ۔یہ غالباً نامکمل ہے۔

۲۸۔ شرح ہدایہ۔از تاج الدین ابو محمد احمد بن عبدالقادر الحنفی متوفی ۷۴۹ھ۔

۲۹۔ شرح ہدایہ۔از سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ۔

۳۰۔ سلالۃ الہدیٰ۔از شیخ ابراہیم بن احمد الموصلی، میر سید شریف کی شرح کا اختصار ہے۔

۳۱۔ الدرایہ شرح ہدایہ۔از شیخ ابو عبداللہ محمد بن المبارک شاہ بن محمد الملقب بمعین الہروی۔

۳۲۔ شرح ہدایہ۔از شیخ ابوبکر تقی الدین بن محمد الحصنی المتوفی ۸۳۹ھ۔

۳۳۔ شرح ہدایہ۔از شیخ حمید الدین المتخلص بابن عبداللہ الہندی الدہلوی، عمدہ شرح ہے مگر ناتمام ہے۔

۳۴۔ شرح ہدایہ از الہداد جونپوری تلمیذ مولانا عبداللہ تلبینی۔چند جلدوں میں ہے۔

۳۵۔ عین الہدایہ (اردو) از مولانا امیر علی صاحب۔یہ کئی جلدوں میں ہے۔

---

(۱) قرشی نے ایک موقعہ پر (ج ۲،ص ۳۱۳)اس کا تلفظ ش سے کیا ہے یعنی زندرامشی یاقوت حموی کی معجم البلدان ج ۴،ص ۴۰۹ میں "زندرامش" کو بھی بلد ان وامکنہ کی

فہرست میں شمار کیا گیا ہے لیکن وہ اس کا تلفظ بتا کر رہ گئے۔ مزید تفصیل و تعیین نہیں کی۔ غالب خیال یہ ہے کہ صاحبِ ہدایہ کے جد مادری (نانا) کی زندرامش کی طرف نسبت مکانی نہیں بلکہ خاندانی ہے۔ ہندوستان کے نند خاندان ۴۲۲ق م سے ۳۲۲ق م تک ۹۰برس تک حکمران رہا اور اس کے نوراجاؤں نے حکومت کی۔ یونانی مورخوں کے بقول اس خاندان کے آخری حکمران کا نام "زندرامس" تھا اس لئے یہ بات کچھ بعید نہیں کہ مولف ہدایہ کے نانا اسی "زندرامس" کی نسل سے ہوں۔ (قدیم تاریخ ہند' باب دوم ضمیمہ ب' ص ۵۱' مولفہ ونسنٹ سمتھ۔ ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد)

(۲) حافظ شمس الدین محمد بن علی داؤدی (م ۹۴۵ھ) نے شیخ کا نام اس طرح لکھا ہے شیخ علی بن الحسین بن عبداللہ الغزنوی الواعظ' وہ لکھتے ہیں کہ شیخ غزنوی عربی اور فارسی میں گفتگو کرتے تھے۔ خوش مزاج اور خوش گفتار تھے' فقہ و تفسیر سے واقفیت اچھی تھی۔ مروت' شرافت' سخاوت اور بذل و عطا میں کامل اور مسلکاً حنفی تھے۔ مستظہر باللہ خلیفہ عباسی کی اہلیہ نے ان کے لئے ایک رباط تعمیر کرادی تھی۔ وزراء داعیان مملکت بلکہ خود خلیفہ ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ شیخ غزنوی کا انتقال ۵۵۱ھ میں ہوا ہے۔ (طبقات المفسرین ج ۱' ص ۳۹۸)

(۳) مجاد بکسر باء' موٹی چادر کو کہتے ہیں جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کیا تو ان کی والدہ نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کئے۔ انہوں نے ایک ٹکڑے کا تکیہ بنایا اور ایک کی چادر بنائی اس لئے آپ کا لقب ذوالجادین ہو گیا۔

القاسم اکیڈمی کی مطبوعات ایک نظر میں

☆ کم قیمت ☆ خوبصورت ☆ مستند ☆ معلوماتی ☆ اور دینی جذبہ پیدا کرنے والی کتابیں

کتاب کا نام	قیمت	کتاب کا نام	قیمت
حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ افادات مولانا	—	ہدایہ اور صاحب ہدایہ (پشتو)۔۔مولانا عبدالقیوم حقانی	33
عبدالحق ضبط و ترتیب۔۔۔مولانا عبدالقیوم حقانی	300	اسلامی سیاست۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	120
توضیح السنن شرح آثار السنن (دو جلد مکمل)۔۔ ″	500	سودی نظام کا تحفظ اور وکالت کیوں؟۔۔۔۔۔ ″	15
دفاع امام ابوحنیفہؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	120	نفاذ شریعت کیلئے فکری انقلاب کی ضرورت۔۔ ″	15
صحبتے با اہل حق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	120	شرح شمائل ترمذی (جلد اول)۔۔۔۔۔۔ ″	300
امام اعظمؒ کے حیرت انگیز واقعات (اردو)۔۔ ″	90	ماہنامہ القاسم کا مفتی اعظم نمبر۔۔۔۔۔۔۔ ″	150
علماء احنافؒ کے حیرت انگیز واقعات (اردو)۔ ″	90	میرے حضرت میرے شیخؒ۔۔۔۔۔۔۔ ″	90
امام عبداللہ بن مبارکؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	45	ماہنامہ القاسم کا علی میاں نمبر۔۔۔۔۔۔۔ ″	240
ارباب علم و کمال اور پیشہ رزق حلال۔۔۔ ″	90	سوانح قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ۔۔۔۔۔۔۔ ″	120
خطبات حقانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	90	سراغ زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	60
امام اعظمؒ کا نظریہ انقلاب و سیاست۔۔۔۔ ″	22	جمال یوسف (سوانح مولانا محمد یوسف بنوریؒ)۔ ″	150
کتابت اور تدوین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	15	ژوند آداب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	12
اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل۔۔۔ ″	90	روحانی سوغات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	15
مرد مومن کا مقام اور ذمہ داریاں۔۔۔۔۔ ″	12	تحفہ فکر و عمل۔۔۔۔۔۔الحاج محمد منصور الزمان صدیقی	90
صحبتے با اولیاء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	90	زبدۃ القرآن۔۔۔حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ	120
دفاع امام ابوحنیفہؒ (پشتو)۔۔۔۔۔۔۔ ″	60	انمول موتی۔۔۔۔۔۔مولانا مفتی محمد زبیر بھیات	21
علماء احنافؒ کے حیرت انگیز واقعات (پشتو)۔ ″	75	میر کاروان مولانا فضل الرحمان۔۔۔حافظ محمد قاسم	90
ماہنامہ الحق کا مولانا عبدالحق نمبر۔۔۔۔۔۔ ″	750	نقوش حقانی۔۔۔۔۔۔۔۔حافظ محمد ابراہیم فانی	50
امام اعظمؒ کے حیرت انگیز واقعات (پشتو) ″	60	حقانی کتابیں۔۔۔۔۔۔۔مولانا سعید الرحمان علوی	50
واقعات حیرت انگیز امام اعظمؒ (فارسی)۔۔ ″	50	محرف قرآن۔۔۔۔۔۔۔مولانا سید تصدق بخاری	120
سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ۔۔۔۔۔۔ ″	120	بزم منور (چار جلد)۔۔۔۔مولانا منور حسین سورتی	600
مشاہیر کی علمی اور مطالعاتی زندگی۔۔۔۔۔ ″	120	فقہی جواہر۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا مفتی عمر فاروق	21
کشکول معرفت جلد اول دوم۔۔۔۔۔۔ ″	180	الادب الجاری۔۔۔۔۔۔مولانا لطافت الرحمان	60
اسیر مالٹا مولانا عزیر گلؒ۔۔۔۔۔۔۔ ″	15	عالمانہ مجاہدانہ تقریریں۔۔۔ حافظ محمد قاسم حقانی	15
جمال محمد ﷺ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ″	—	اقوال سلف۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا قمر الزمان الہ آبادی	120
ہدایہ اور صاحب ہدایہ (اردو)۔۔۔۔۔ ″	21	انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت۔مولانا مفتی نعمت اللہ حقانی	30

ملنے کا پتہ "القاسم اکیڈمی" جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان فون (0923)630237